(ماہنامۂ اُردو)

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

Digitized by Khilafat Library

(یعنی)

دُنیا کے مذاہب پر نظر

مرتّبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ رجب سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۸ء

جلد ۳۷ عدد ۶

قرص محافظِ النسل

یہ قرص اسقاطِ حمل کو روکنے کے لئے اکسیر ثابت ہو چکے ہیں حمل کو برقرار رکھنے کے علاوہ دورانِ حمل میں اسکے استعمال سے بچّہ ذہین خوبصورت اور تندرست پیدا ہوتا ہے۔ اور جملہ بیماریوں مثلاً مسّان۔ اُمّ الصبیان وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ہزاروں خاندان جنکے ہاں مُردہ بچّے پیدا ہوتے تھے یا چند ماہ کے بعد فوت ہو جاتے تھے اسکے استعمال سے اولاد کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ استقرار حمل سے وضع حمل تک یہ قرص حاملہ استعمال کرے۔ بچّہ کی پیدائش سے دودھ پلانیکے زمانہ تک بچّہ کو بھی استعمال کرائیں۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہوگا ٭

قیمت فی شیشی ۶۰ گولی عہ مکمل خوراک کی قیمت مبلغ ۱۱ روپے

ملنے کا پتہ

ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ

زینت محل لال کنواں۔ دہلی

Digitized by Khilafat Library

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اُردو)

Digitized by Khilafat Library

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۷ | ۱۰- رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۵- ستمبر ۱۹۳۸ء | عدد ۹

فہرست مضامین

مضمون	مضمون نگار
ڈوئی کو مسیح موعودؑ کا چیلنج ص۲	چھتیس سال پیشتر کے رسالہ ریویو اُردو سے اقتباس
تردید دلائل انقطاعِ نبوّت بعد آنحضرت صلعم ص۳	از افاضات سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
خانہ کعبہ ص۱۲	علی محمد اجمیری
سوشلزم اور اسلام ص۲۲	چوہدری عبد المجید صاحب بی-اے
شہادۃ القرآن مصنفہ میر سیالکوٹی صاحب کا جواب ص۳۰	مولانا تاج الدین صاحب فاضل لائل پوری
روم میں ذلّتِ یہود کی داستان ص۳۸	مترجمہ مسٹر مشتاق احمد صاحب ایم-اے

ڈوئی کو مسیح موعود علیہ السلام کا چیلنج

—:(آج سے چھتیس برس پیشتر کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز سے):—

ڈوئی لکھتا ہے کہ عنقریب سب لوگ ہلاک ہوجائینگے، بجز اس گروہ کے جو یسوع کی خدائی مانتا ہے اور ڈوئی کی رسالت۔ اس صورت میں یورپ اور امریکہ کے تمام عیسائیوں کو چاہیئے کہ بہت جلد ڈوئی کو مان لیں تا ہلاک نہ ہوجائیں۔ اور جبکہ انہوں نے ایک نامعقول امر کو مان لیا ہے، یعنے یسوع مسیح کی خدائی کو، تو چلو یہ دوسرا نامعقول امر بھی مان لیں کہ اس خدا کا ڈوئی رسول ہے ؎

رہے مسلمان! سو ہم ڈوئی صاحب کی خدمت میں بادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑ ہا مسلمانوں کے مارنے کی کیا حاجت ہے؟ ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہوجائیگا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنائیں، بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کردیں کہ ہم دونو میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔ کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے۔ مگر مَیں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونو میں سے سچا کون ہے؟ چاہیئے کہ وہ اس دعا کو چھاپ دے، اور کم از ہزار آدمی کی اسپر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہوکر میرے پاس پہنچے گی، تب مَیں بھی بجواب اس کے یہی دعا کرونگا، اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دونگا۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے تمام عیسائیوں کیلئے حق کی شناخت کیلئے ایک راہ نکل آئیگی۔ مَیں نے ایسی دعا کیلئے سبقت نہیں کی۔ بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر غیور خدا نے میرے اندر یہ جوش پیدا کیا۔.......

.... اگر ڈوئی اپنے دعوے میں سچا ہے، اور در حقیقت یسوع مسیح خدا ہے، تو یہ فیصلہ ایک ہی آدمی کے مرنے سے ہوجائیگا۔ کیا حاجت ہے کہ تمام ملکوں کے مسلمانوں کو ہلاک کیا جائے؟ لیکن اگر اس نے اس نوٹس کا جواب نہ دیا، یا اپنے لاف وگزاف کے مطابق دعا کردی اور پھر دنیا سے قبل میری وفات کے اٹھایا گیا، تو یہ تمام امریکہ کے لئے ایک نشان ہوگا۔ مگر یہ شرط ہے کہ کسی کی موت انسانی ہاتھوں سے نہ ہو بلکہ کسی بیماری سے یا بجلی سے یا سانپ کے کاٹنے سے یا کسی درندہ کے پھاڑنے سے ہو۔ اور ہم اس جواب کے لئے ڈوئی کو تین ماہ تک مہلت دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا سچوں کے ساتھ ہو، آمین ؎

تردید دلائل انقطاعِ نبوّت بعد آنحضرت صلعم

(۲)

دوسرا اعتراض ہمارے بیان کردہ معنوں پر یہ کیا جاتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے:-

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَاَکْمَلَھَا وَاَحْسَنَھَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ فَکَانَ مَنْ دَخَلَھَا فَنَظَرَ اِلَیْھَا قَالَ مَا اَحْسَنَھَا اِلَّا مَوْضِعَ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃِ فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَۃِ خُتِمَ بِیَ الْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

جابر بن عبداللہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور دیگر انبیاءؑ کی مثال اُس شخص کی ہے جس نے ایک گھر بنایا، پھر اسے مکمّل کیا اور اسے خوشنما بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ پس جو کوئی اس میں داخل ہوتا وہ اسے دیکھ کر کہتا یہ کیا خوبصورت گھر ہے سوائے اس اینٹ کی جگہ کے۔ پس مَیں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔ میرے ذریعہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام ختم کر دیئے گئے۔

یہ روایت بخاری، مُسلم اور ترمذی میں مختلف طریقوں سے مروی ہے۔

جواب۔ اس حدیث کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں مطلق نبوّت مراد نہیں ہے، بلکہ تشریعی نبوّت مراد ہے۔ کیونکہ شریعت کے غیر مکمّل ہونے کا رخنوں کو دیکھ کر بذریعہ قیاس قبل از وقت پتہ لگ سکتا ہے۔ مگر غیر تشریعی نبوّت کے متعلّق قبل از وقت کچھ پتہ نہیں لگ سکتا۔ وجہ یہ کہ غیر تشریعی نبی تو عین ضرورت کے وقت آتا ہے۔ اس کا قبل از وقت کیونکر پتہ لگ سکتا ہے۔ ہاں تشریعی نبوّت کے متعلّق قیاس سے قبل از وقت پتہ لگ سکتا ہے کہ اس میں فلاں کمی یا رخنہ باقی رہ گیا ہے جس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اِلَّا مَوْضِعَ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃِ (مگر اس ایک اینٹ کی جگہ) واضح طور پر بتاتے ہیں کہ اس حدیث میں تشریعی نبوّت کے محل کا ذکر ہے۔ اُس کے متعلّق دیکھنے والے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ ورنہ غیر تشریعی نبوّت کے بارہ میں قبل از وقت کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ پس اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جو نبی سب سے آخر میں آیا اس کے وقت میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ پہلی شریعت میں کچھ کمی رہ گئی ہے۔ اس لئے ایسے نبی کی ضرورت ہے جو

کامل شریعت لائے۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اور شریعت کے محل میں وہ احکام داخل کر کے جنکے بغیر شریعت نامکمّل تھی اس کمی کو پورا کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اللہ تعالیٰ مختلف انبیاءؑ کے ذریعہ احکام شریعت بھیجتا رہا۔ کچھ احکام ابراہیم علیہ السّلام کے ذریعہ بھیجے، کچھ موسیٰ علیہ السّلام کے ذریعہ، اور کچھ دیگر تشریعی نبیوں کے ذریعہ۔ اور جو باقی رہ گئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بیان کر دیئے۔ ہماری شریعت میں سارے احکام نئے نہیں ہیں۔ بلکہ کچھ نئے احکام ہیں اور کچھ پُرانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ (البیّنہ۔۱) اس میں تمام سچّی کتابیں ہیں۔

گویا خدائی شریعتوں کی ایک عمارت بنائی گئی، جس میں پُرانی شریعتوں کی دائمی صداقتیں لاکر رکھی گئیں۔ اور اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مکمّل کیا۔ یعنی جو گوشے خالی تھے، انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پُر کیا گیا۔

علاوہ ازیں یہ حدیث اس لئے بھی ہمارے معتقدات کے خلاف نہیں ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظِل کہتے ہیں۔ یعنی آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اینٹ سے علیحدہ نہیں ہیں۔ بلکہ اُسی میں شامل ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

تیسرا اعتراض جو ہمارے بیان کردہ معنوں پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے:۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔ ؎۱

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دیگر انبیاء پر چھ فضیلتیں بخشی گئی ہیں۔ میری رُعب کے ساتھ مدد دی گئی ہے۔ اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ اور میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزہ قرار کی گئی ہے۔ اور میں سب جہان کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے ذریعہ نبی ختم کئے گئے ہیں۔

یہ حدیث مُسلم شریف میں آئی ہے۔ اور اس کے علاوہ ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسے اسماعیل

؎۱ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بن جعفر کی روایت سے بیان کیا ہے۔

جواب - اس حدیث میں خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام نبیوں کا زمانہ ختم ہو گیا۔ آپؐ سے پہلے زمانوں میں جب ایک تشریعی نبی آتا تھا تو وہ اپنے سے پہلے تشریعی نبی کے زمانہ کو ختم کر دیتا تھا۔ مگر اُس کے ختم کا تعلق صرف اپنے سلسلہ کے پہلے نبی سے ہوتا تھا۔ کسی دوسرے سلسلہ کے نبی کو وہ ختم نہ کر سکتا تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے حضرت نوح علیہ السّلام کی شریعت کے زمانہ کو تو بیشک ختم کیا، مگر ہندوستان کے انبیاءؑ کی شریعت کے زمانہ کو ختم نہ کیا تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خصوصیت حاصل ہے، کہ میرے ذریعہ گذشتہ تمام سلسلوں کے انبیاءؑ کی شریعتیں اور حکومتیں ختم کر دی گئی ہیں۔ پس اس حدیث میں آئندہ نبوّت کے بند ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے، اور نہ اس مضمون کا اس حدیث سے کچھ تعلّق ہے۔

اِس حدیث کے جو معنے مَیں نے بیان کئے ہیں، ان پر ایک اعتراض پڑ سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ مضمون تو اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً میں آ چکا ہے۔ پھر خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ میں دوبارہ اسے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر ان دونو فقروں کا مضمون ایک ہی ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتیں پانچ رہ جاتی ہیں۔ حالانکہ آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے چھ خصوصیات حاصل ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ یہ مضمون اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً میں آ چکا ہے۔ اور وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ اس کی تشریح ہے اور اس میں واؤ تفسیری ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ چونکہ مَیں ساری دُنیا کی طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں، اس لئے میرے ذریعہ سب نبیوں کی شریعتیں ختم کر دی گئیں۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ دوسری حدیثوں میں چھ کی بجائے پانچ خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ بخاری اور مُسلم میں ایک اور روایت حضرت جابر بن عبداللہؓ سے آئی ہے، جس میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ اُعْطِيْتُ خَمْسًا یعنی مجھے پانچ خصوصیتیں حاصل ہیں[۵۱]۔ اس روایت میں چار باتیں تو وہی ہیں جو پہلی حدیث میں بیان ہوئی ہیں۔ مگر ایک بات اس سے مختلف ہے۔ اور وہ یہ کہ پہلی حدیث میں تو جوامع الکلم دیئے جانے کا ذکر ہے۔ اور اس روایت میں شفاعت دیئے جانے کا بیان ہے۔ پس میرے خیال میں پہلی حدیث کے راوی کو غلطی لگی ہے،

---

۵۱ مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۱۲

کہ اس نے پانچ کو چھ کر کے بیان کر دیا۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ ابن المنذر نے ابو ہریرہؓ سے ہی ایک اور روایت بیان کی ہے، اور اس میں بھی پانچ خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ روایت بخاری کی جابر بن عبداللہؓ والی روایت کی لفظاً تصدیق کرتی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ایک ہی موقع پر دو مختلف اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی۔ اور جس نے چھ خصوصیات بیان کی ہیں، اُسے غلطی لگی ہے۔

پھر ابن مردویہ نے بھی ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہوئے پانچ خصوصیات ہی گنائی ہیں۔ اور ان میں بھی ایک شفاعت کا دیا جانا ہے۔ یہ اس امر کی مزید تصدیق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ خصوصیات ہی بیان فرمائی ہیں۔ اور بیان کرنیکا موقع بھی ایک ہی ہے۔

چوتھا اعتراض ہمارے بیان کردہ معنوں پر یہ کیا جاتا ہے، کہ حدیث میں آتا ہے:۔

عَنْ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيْ الَّذِيْ يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ۔ [1]

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنا۔ حضورؐ فرماتے تھے کہ میرے بہت سے نام ہیں۔ میں محمدؐ ہوں۔ اور میں احمدؐ ہوں۔ اور میں ماحی (مٹانیوالا) ہوں، میرے ذریعہ اللہ کفر کو مٹائیگا۔ اور میں حاشر ہوں، میرے قدموں پر تمام لوگ اُٹھائے جائینگے۔ (یعنی میرے نقش قدم پر چلنے والی قومیں ترقی کرینگی)، اور میں عاقب ہوں۔ اور عاقب وہ ہے جس کے بعد نبی نہ ہو۔

یہ حدیث بخاری، مُسلم اور ترمذی میں آئی ہے۔

ہمارے معترضین اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو عاقب کہا ہے۔ اور عاقب کے یہ معنے بیان فرمائے ہیں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔

جواب۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد نبی نہ آنے کا ذکر فرمایا ہے، اور کسی چیز کی بعدیت سے مراد اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ گویا اسجگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے

---

[1] مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ میری نبوّت کا سلسلہ ختم ہو جائے، اور کوئی نبی آئے۔ اور ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یعنی آپؐ کی نبوّت کو ختم کر کے کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہم تو اس بات کے قائل ہیں کہ جو نبی آئیگا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آئیگا۔ اور جو پیچھے چلنے والا ہے وہ آپؐ کے بعد کیونکر ہو گا۔ ہاں وہ محمد رسول اللہ کا ظِل ہو گا۔

درحقیقت اِن معترضین نے غور نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف جارہے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نور ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور - ۵) اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

اور جو روشنی کی طرف جاتا ہے اس کا سایہ اس کے پیچھے ہوتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ (ظل) آپ کے پیچھے پیچھے ہو گا، آگے نہیں ہو سکتا۔ اور ہم تو اس نبوّت کو کفر قرار دیتے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آگے نکل جائے۔

اس حدیث میں بعد کے لفظ کے جو معنے مَیں نے کئے ہیں، وہ قرآن شریف سے ثابت ہیں،

Digitized by Khilafat Library

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ج (اعراف - ۱۲)

کیا اُن لوگوں کی جو وارث ہوتے ہیں زمین کے اسکے اہل کے بعد اس بات نے کوئی رہنمائی نہیں کی کہ اگر ہم چاہیں تو انکو سزا دیں ان کے گناہوں کی وجہ سے

نیز فرمایا:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ٥ (یونس - ۲)

پھر ہم نے تم کو جانشین بنایا زمین میں اُن کے بعد تا ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

ان دونوں آیات میں بعد کے معنے یہ ہیں کہ پہلوں کی حکومت کو ختم کر کے اور ان سے توڑ کر تمہاری حکومت قائم ہوئی۔ پس اِس حدیث میں بھی بعد سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کو ختم کر کے کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور ہم ہرگز یہ نہیں مانتے کہ کوئی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کو ختم کر کے آسکتی ہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو نبی آئیگا وہ آپؐ کا ظل اور سایہ ہو گا، اور آپؐ کے پیچھے پیچھے چلیگا۔

پانچواں اعتراض ہمارے بیان کردہ معنوں پر یہ کیا جاتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے:-

(الف) اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوَیْہِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

ابن مردویہ نے ثوبانؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور میری اُمّت میں تیس جھوٹے ہونگے۔ ہر ایک ان میں سے کہیگا کہ وہ نبی ہے۔ اور مَیں خاتم النّبیّین ہوں۔ میرے بعد نبی نہیں ہے۔

(ب) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ سَبْعَۃٌ وَعِشْرُوْنَ مِنْھُمْ اَرْبَعُ نِسْوَۃٍ وَاِنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اُمّت میں ستائیس جھوٹے دجّال ہونگے، جن میں سے چار عورتیں ہونگی۔ اور مَیں خاتم النّبیّین ہوں، میرے بعد نبی نہیں ہے۔

جواب۔ اِن حدیثوں کے یہ معنے کرنا کہ جو بھی نبوّت کا دعویٰ کرے وہ کذاب اور دجّال ہے، الفاظ کے بالکل خلاف اور صریح ظلم ہے۔ احادیث کے الفاظ ان معانی کے متحمل نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کچھ کذّاب ہونگے جو نبوّت کا دعویٰ کرینگے۔ گویا ان کا کذب پہلے ہے، اور دعوئے نبوّت بعد۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص کذّاب ہے، وہ اگر نبوّت کا دعویٰ کرے تو اسکے جھوٹا ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ خاتم النّبیّین کی آیت اسکے دعویٰ کے ثابت ہونے میں روک ہوگی۔ کیونکہ خاتم النّبیّین کے یہی معنے ہیں کہ اب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آزاد ہوکر دعویٰ نبوّت کریگا وہ سچّا نہیں ہوسکتا۔ یہاں آزادی سے مراد صرف شریعت سے آزادی نہیں ہے۔ بلکہ منہاج نبوّت پر پورا نہ اُترنا بھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک جھوٹا مدعی لفظی طور پر تو شریعت کو مانے، مگر منہاج نبوّت پر پورا نہ اُترے۔ پس شریعت کی ماتحتی کا دعویٰ سچّائی کے ثبوت میں کافی نہیں ہے، بلکہ منہاج نبوّت پر پورا اُترنا بھی ضروری ہے۔ جو منہاج نبوّت پر پورا نہیں اُترتا، وہ خواہ بلا شریعت نبوّت کا دعویٰ کرے، جھوٹا ہے۔ لیکن جس کا دعویٰ منہاج نبوّت کے مطابق ہے، وہ یقیناً سچّا ہے۔ کیونکہ اسپر خاتمیت محمّدی کی مُہر ہے۔ اسے جھوٹا کہنا سراسر ظلم ہے۔

منہاج نبوّت کے لئے قرآن شریف نے سب سے پہلی بات یہ ضروری قرار دی ہے کہ مدعی کی پہلی زندگی پاک ہو۔ چنانچہ فرمایا:-

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک لمبا عرصہ اس سے پہلے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (یونس - ۲) پس کیا تم عقل نہیں کرتے۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کی عقلوں سے یوں اپیل کی ہے۔ کہ غور کرو، میں نے دعویٰ تو آج کیا ہے۔ مگر اس سے قبل اپنی زندگی کا ایک لمبا عرصہ جو چالیس سال ہے، تم میں گذار چکا ہوں۔ اور تم جانتے ہو کہ میں آجتک کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ تم میری امانت و صداقت کے قائل اور گواہ ہو۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے، کہ میں ایک رات جب سویا تو تم میں سب سے زیادہ سچّا تھا۔ لیکن جب اگلی صبح اُٹھا تو سب سے زیادہ جھوٹا بن گیا۔ اور جھوٹ بھی کسی معمولی ہستی پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات پر باندھا۔

Digitized by Khilafat Library

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اور جو شخص اس دلیل پر پورا اُترتا ہے، اُسے یہ کہنا کہ وہ كَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ میں سے ہے صریح ظلم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حملہ کرنا اور آپؐ کی تکذیب کرنا بھی ہے۔ ہاں جو اس منہاج نبوت پر پورا نہ اُترے یعنی وہ جھوٹا ہو اور پھر نبوّت کا دعویٰ کرے، تو اُسے دجّال اور کذّاب کہنا عین مطابق واقع ہوگا۔ اور یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن احادیث میں بیان فرمائی ہے۔ اور ہم تو اُس نبوّت کے قائل ہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر ہو۔ یعنی جس دلیل سے آپؐ کی نبوّت ثابت ہوتی ہو اُسی سے یہ نبوّت ثابت ہو۔

ہمارے مخالفین ان حدیثوں کے جو معنے کرتے ہیں، وہ اس لئے بھی بالبداہت غلط ہیں، کہ یہ حدیثیں بتاتی ہیں کہ ستائیس یا تیس جھوٹے ہونگے۔ فرض کرو کہ اس سے زیادہ مدّعی ہوں، تو کیا ستائیس یا تیس کے علاوہ باقی سب کو وہ سچّا مان لینگے۔ اِس صورت میں تو ایمان کا سارا انحصار صرف گنتی پر رہ جاتا ہے۔ گویا یہی معیار صدق و کذب ہے۔ اور واقعات سے ثابت ہے کہ اِسوقت تک جھوٹے مُدّعیوں کی تعداد ستّر یا اس سے بھی زیادہ اسّی تک پہنچ گئی ہے۔ پس ہمارے مخالف ستائیس یا تیس کو چھوڑ کر باقی مدّعیوں کو کیوں سچّا نہیں مان لیتے۔

پھر اگر ہر مدّعی کذّاب و دجّال ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ مجنون کے متعلق کیا کہو گے؟ کئی لوگ جنون کی وجہ سے نبوّت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مجنون کو کذّاب و دجّال نہیں کہا جاسکتا۔ کذّاب و دجّال تو وہی ہو سکتا ہے۔ جو مجنون نہ ہو اور پھر دعویٰ کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ تعداد صرف ایک خاص زمانہ کے لئے اور صرف ان مدّعیوں کی ہے، جو منہاج نبوّت کے خلاف دعویٰ کریں، اور مجنون نہ ہوں۔

جس کا دعویٰ منہاج نبوّت کے مطابق ہو، اور ہم اس کے دعویٰ کو پرکھ لیں، وہ یقیناً سچا ہے۔ کیونکہ اس پر خاتم النبیّین کی مُہر ہے۔ اور جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر ہے، ایسے جھوٹا کہنا تو آنحضورؐ اور انسانی عقلوں پر حملہ ہے۔ پس ہم صرف اس کو سچّا کہیں گے، جو منہاج نبوّت محمّدیہ پر پورا اُترے۔ یعنی جس پر محمّدی مُہر ہو۔ اسکے سوا خواہ کوئی غیر تشریعی نبوّت ہی کا مدّعی ہو، جبتک وہ منہاج نبوّت پر پورا نہیں اُترتا، ہم اسے کذّاب و دجّال ہی کہیں گے۔ اور یہی ان حدیثوں کا مطلب ہے۔

Digitized by Khilafat Library

چھٹا اعتراض ہمارے بیان کردہ معنوں پر یہ کیا جاتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے:۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا كَالْمُوَدِّعِ فَقَالَ اَنَا النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ ثَلَاثًا وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ اُوْتِيْتُ فَوَاتِحَ الْكَلِمِ وَجَوَامِعَهٗ وَخَوَاتِمَهٗ۔

عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اس شخص کی طرح جو وفات کے قریب وداع کرتا ہے۔ پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا میں نبی اُمّی ہوں اور میرے بعد نبی نہیں ہے۔ اور مجھے فواتح الکلم و جوامع الکلم و خواتم الکلم دیئے گئے ہیں۔

جواب۔ اس کا جواب لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کے جواب کے ضمن میں آچکا ہے۔

ساتواں اعتراض ہمارے بیان کردہ معنوں پر یہ کیا جاتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے بعد پے در پے نبی آئے مگر میرے بعد خلفاء آئیں گے۔

جواب۔ یہ حدیثیں اگر اپنے الفاظ اور معنوں کے لحاظ سے صحیح بھی سمجھی جائیں، تب بھی

ہمارے معنوں کے ساتھ ان کا کچھ تعلّق نہیں ہے۔ ان سے محض اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور یہ کہ آپؐ کے بعد برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے صرف خلافت کا سلسلہ جاری ہوگا۔ اور اس میں ہمارا اپنے معترضین سے کلّی اتفاق ہے۔ کون سا مسلمان ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوا؟ آپؐ کی وفات کے بعد خلفاء ہی کا سلسلہ چلا۔ اور یہی مضمون ان سورتوں میں بیان ہوا ہے۔ ہم اس کے خلاف نہیں کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہی بیان فرمایا ہے کہ پہلے نبیوں کے بعد جلدی ہی ان کی قومیں خراب ہو جاتی تھیں۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت بہت صدیوں تک درست رہے گی، اور پھر آہستہ آہستہ ایک ہزار سال کے عرصہ میں آپؐ کی اُمّت خراب ہوگی۔ اور جب خراب ہوگی تو آپؐ کے نقش قدم پر چل کر ایک شخص مقام نبوّت پر کھڑا ہوگا، جو دوبارہ نورِ محمّدی کو آسمان سے واپس لائے گا۔ یہ مضمون عین ان سورتوں کے مطابق ہے۔ اِن میں یہی بتایا گیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ایک لمبے عرصہ تک جاری رہے گا۔ اور ایک طویل زمانہ تک اس کے اجراء کے لئے کسی نبی کی ضرورت نہ ہوگی، خواہ وہ تابع ہی کیوں نہ ہو۔ پس یہ حدیثیں تو ہمارے مضمون کے عین مطابق ہیں نہ کہ مخالف ٭

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو کے پُرانے فائل

جن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے نہایت قیمتی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں قابلِ فروخت ہیں۔ قیمت کا تصفیہ مینیجر رسالہ ریویو اُردو سے بذریعہ خط و کتابت کریں ٭

Digitized by Khilafat Library

خانہ کعبہ

(۳)

حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے بیٹے اور بیوی کو چھوڑ کر پھر شام کو واپس لوٹ گئے۔ اس اثناء میں حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام بالغ ہو گئے، اور آپؑ کی شادی جُرہم قبیلہ کی ایک لڑکی سے ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام پھر مکّہ تشریف لائے۔ اُسوقت حضرت اسمٰعیلؑ باہر جنگل میں شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے۔ اور حضرت ہاجرہ فوت ہو چکی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے گھر پر جا کر السّلام علیکم کہا۔ مگر حضرت اسمٰعیلؑ کی بیوی نے سلام کا جواب نہ دیا حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس سے پوچھا کہ گھر کا مالک کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ باہر کھانے پینے کی چیزیں لانے گیا ہُوا ہے۔ پھر آپؑ نے دریافت کیا کہ تمھارا گذارہ کیسا ہے؟ اس نے تنگی کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ بڑی مشکل سے گذر اوقات ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ جب تمھارا خاوند آئے تو اسے میرا سلام پہنچانا، اور کہنا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو بدل دو۔ یہ کہکر حضرت ابراہیم علیہ السّلام پھر شام کو واپس چلے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی حِس بہت تیز تھی۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ کیا میری غیر حاضری میں کوئی آیا تھا؟ اس نے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے سُن کر کہا کہ وہ میرے باپ ابراہیمؑ تھے، اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں طلاق دیدوں۔ سو مَیں تمہیں چھوڑتا ہوں، اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤ۔ چنانچہ وہ چلی گئی، اور حضرت اسمٰعیلؑ نے جرہم قبیلہ کی ایک اور لڑکی سے شادی کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام پھر مکّہ تشریف لائے، اور حضرت اسمٰعیلؑ کو اس مرتبہ بھی گھر پر نہ پایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی بیوی نے بڑی محبّت اور عزّت سے ان کا استقبال کیا۔ آپؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ میں دریافت کیا کہ کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ باہر شکار کرنے گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے پوچھا کہ تمہارا گذارہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم نہایت آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں، اور کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اور خدا کی حمد و ثنا کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لئے خیر و برکت کی دُعا کی۔ سفر کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے

بال بکھرے ہوئے تھے، اور تکان بھی محسوس ہو رہی تھی۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی بیوی نے ان کا سر دھو کر تیل لگایا، اور پاؤں بھی دھوئے۔ جب وہ فارغ ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اس سے کہا کہ جب اسمٰعیلؑ واپس آئیں تو میری طرف سے انہیں سلام پہنچانا، اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی دہلیز کو قائم رکھو۔ یہ کہکر حضرت ابراہیم علیہ السّلام واپس روانہ ہو گئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ جب گھر واپس آئے، تو بیوی سے دریافت کیا کہ کیا میری عدم موجودگی میں کوئی مہمان آیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں ایک خوش شکل اور پاک سیرت بزرگ آئے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے اپنی گفتگو کا ذکر کیا، نیز ان کا پیغام بھی پہنچا دیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے فرمایا کہ یہ میرے والد ابراہیم علیہ السّلام تھے۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں اپنی زوجیت میں رکھوں۔

پھر جب حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی عمر بیس اور تیس برس کے درمیان ہوئی، تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے شام میں بذریعہ وحی بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خدا سے عرض کی کہ کہاں بناؤں۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل کے ذریعہ اسکی تعیین کی[۱] اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے اندازہ کے مطابق ایک بادل بھیجا، جس نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے سر پر سایہ کیا۔ جدھر بادل جاتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السّلام بھی اُدھر ہی جاتے تھے۔ حتیٰ کہ مکّہ میں آکر وہ بادل اُسجگہ جہاں اب بیت اللہ ہے ٹھیر گیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو غیبی آواز آئی کہ اس بادل کے سایہ کے مطابق بیت اللہ تعمیر کرو۔ یعنی لمبائی اور چوڑائی میں اس سے کم وبیش نہ ہو۔[۲] قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ بَوَّأْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ (ج - ۴)

اور جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی جگہ بتائی۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام مکّہ میں پہنچے تو حضرت اسمٰعیلؑ کو زمزم کے پاس تیر درست کرتے ہوئے پایا۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد شفیق باپ اور فرمانبردار بیٹے کی ملاقات نے عجیب سماں پیدا کیا۔ باپ نے مشفقانہ اور بیٹے نے فرمانبرداری کے مراسم ادا کئے۔ اور دونو کی گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے سفر کا مقصد بیان کیا، اور فرمایا کہ خدا نے مجھے یہاں بیت اللہ تعمیر کرنیکا

---

۱ کامل ابن الاثیر جلد اوّل صفحہ ۴۲۔ ۲ تفسیر کشاف۔

حکم دیا ہے۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے عرض کی کہ حکم خداوندی کی تعمیل فرمائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے مجھے یہ حکم بھی دیا ہے کہ تم میری اس میں امداد کرو۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں۔[۵۱]

Digitized by Khilafat Library

بیت اللہ کی جگہ ایک چھوٹے سے ٹیلہ کی شکل میں اپنے اِرد گرد کی زمین سے اُٹھی ہوئی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیلؑ کی معیت میں زمین کو کھودنا شروع کیا۔ حتّٰی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بنیاد کے نشانات مِل گئے[۵۲] اور اس پر انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ حضرت اسمٰعیلؑ مختلف پہاڑوں سے پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں چنتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ ۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ (بقرہ-۱۵)

اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسمٰعیل اس گھر کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے یہ دُعا کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تُو ہماری اس خدمت کو قبولیت کا شرف عطا فرما، یقیناً تُو بہت سُننے والا ہے۔ اے ہمارے رب تُو ہمیں اپنے فرمانبردار بندے بنا، اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک فرمانبردار گروہ پیدا کر، اور ہمیں عبادت کی جگہیں بتا، اور ہماری طرف رحمت کے ساتھ رجوع فرما، یقیناً تُو رحمت کے ساتھ رجوع کرنیوالا اور مہربان ہے۔ اے ہمارے رب تُو ان میں اپنا ایک رسول انہیں میں سے مبعوث کر، جو اِن کو تیری آیات پڑھ کر سُنائے، اور انکو کتاب و حکمت سکھائے، اور پاک کرے، یقیناً تُو پاک اور حکمت والا ہے۔

جب دیواریں پانچ فٹ کے قریب بلند ہو گئیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل سے کہا کہ ایک اچھا سا پتھر لاؤ جسے میں کونے میں لگا دوں۔ تا یہ لوگوں کے لئے بطور نشان ہو۔ یعنی اِس بات کا نشان کہ بیت اللہ کا طواف یہاں سے شروع کرنا چاہیئے۔ اور ایک

---

۵۱ بخاری جلد ۲ کتاب الانبیاء۔

۵۲ تاریخ الخمیس جلد اوّل صفحہ ۱۱۲

روایت میں ہے کہ جبریل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ابوقبیس پہاڑ میں ایک پتھر کا پتہ بتایا، جسے وہ اُٹھا کر لائے، اور کعبہ کی مشرقی دیوار کے کونے میں چُن دیا[۵]۔ یہ حجر اسود ہے، جسے حج کے موقعہ پر طواف کرتے ہوئے حاجی بوسہ دیتے ہیں۔

حجر اسود کے متعلق بہت سی عجیب و غریب روایات تاریخ و سیرت اور تفسیر کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ جو یا عجوبہ پسندوں کی عجوبہ پسندی اور یا منافقوں کے نفاق کا کرشمہ ہیں۔ ان روایات کی آڑ لیکر عیسائی معترضین نے اسلام پر بہت کچھ نکتہ چینی کی ہے۔ اور "دی مسلم ورلڈ" کے نامہ نگار مسٹر الیگزنڈر نے بھی ان کی اتباع کی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اپنے اعتراضات اور نکتہ چینیوں کی بنیاد کمزور روایات پر رکھ کر کیسے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی ... ... ضمیر انہیں کس طرح اجازت دیتی ہے کہ وہ ایسی ناجائز اور خلاف انصاف کارروائیاں کریں۔ حجر اسود پر ان کے تمام اعتراضات کا جواب حضرت عمرؓ کے ایک ہی فقرہ میں آجاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آپؓ نے ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے حجر اسود کی طرف مُنہ کر کے فرمایا، کہ:۔

اِنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ[۶]　تُو ایک پتھر ہے جو نہ ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔

حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ جب ایک حقیقی مسلمان حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے، تو اس کے ذہن میں ہرگز یہ بات نہیں ہوتی کہ اس پتھر کو بالذات کوئی تقدس کا مقام حاصل ہے۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ اصل تقدس ان روایات کو حاصل ہے، جو اس پتھر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور یہ پتھر ان روایات کے لئے محض ایک علامت کے طور پر ہے۔

دراصل قدیم زمانہ میں تصویری زبان میں حقائق سمجھانے کا بہت رواج تھا بالخصوص ان پڑھ اقوام میں۔ اور یہ بات عیسائیوں کو بھی مسلّم ہے۔ چنانچہ یوشع باب ۴ میں ہے کہ یوشع نے یردن سے بارہ پتھر اُٹھائے۔ عیسائی اس کے یہ معنے بیان کرتے ہیں کہ یہ مسیح علیہ السلام کے بارہ حواریوں کی طرف اشارہ تھا۔ گویا بارہ پتھر بارہ حواریوں کے لئے بطور نشان تھے۔ اور ان میں ایک آئندہ کے واقع کی پیشگوئی تھی۔ اسی طرح عہد قدیم و جدید میں اور بھی کئی مقامات پر محسوسات کے اشکال پر کنایات و اشارات سے گفتگو کی گئی ہے۔ اور حجر اسود بھی

[۵] کامل ابن الاثیر جلد اوّل صفحہ ۴۲۔　[۶] بخاری کتاب وجوب الحج۔

درحقیقت تصویری زبان میں ایک عظیم الشان پیشگوئی کے لئے جو بائیبل کے دو نوعہد ناموں (قدیم و جدید) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کی گئی تھی، بطور نشان تھا۔ یہ پیشگوئی بائیبل میں حسب ذیل الفاظ میں آئی ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

(۱) "وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کیا کونے کا سرا ہو گیا ہے۔ یہ خداوند سے ہُوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے۔" [سلہ]

(۲) "خداوند یہوواہ یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں صیہون (سنگلاخ زمین) میں بنیاد کے لئے ایک پتھر رکھونگا۔ ایک آزمایا ہُوا پتھر کونے کے سرے کا۔ ایک مہنگ مولا، ایک مضبوط نیو والا پتھر۔ اسپر جو ایمان لائیگا وہ تاولی نہ کرے گا (یا شرمندہ نہ ہوگا)" [ملہ۲]

پھر عہد جدید میں حضرت مسیح علیہ السلام اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(۳) "یسوع نے ان سے کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا
"جس پتھر کو معماروں نے ردّ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہُوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے"۔
اس لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا، اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائینگے۔ اور جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔" [ملہ۳]

بائیبل کے ان مقامات کے سیاق و سباق کو پڑھکر دیکھیں، تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ یہاں، بنی اسمٰعیل میں سے نبی موعود کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے، اور اسے بطور استعارہ کونے کا پتھر کہا گیا ہے۔ اور حجر اسود جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سالہا سال پہلے سے موجود تھا تصویری زبان میں کتب مقدسہ کے اس فقرہ کی یاد دلاتا تھا۔ عرب لوگ امی محض تھے، اور صاحب کتاب نہ تھے۔ ان کے لئے یہ پتھر کتاب کی بجائے گویا کلام الٰہی تھا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةُ [ملہ۴] (میں وہ اینٹ ہوں) فرماکر اپنے تئیں اس محل کی جو انبیاء کی ذات سے طیار ہُوا ایک اینٹ قرار دیا۔ اور اس میں در اصل اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہوئی۔

[سلہ] زبور باب ۱۱۸ آیت ۲۲-۲۳ - [ملہ۲] یسعیاہ باب ۲۸ آیت ۱۶-۱۷ - [ملہ۳] متی باب ۲۱ آیت ۴۲-۴۳-۴۴ - [ملہ۴] بخاری و مسلم

ڈاکٹر زویمر ایڈیٹر "دی مسلم ورلڈ" نے اپنے رسالہ کی اشاعت ماہ اپریل ۱۹۳۳ء میں ایک طویل مقالہ حجر اسود کے متعلق لکھا تھا۔ جس میں وہ حجر اسود کو بوسہ دینا شرک قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ:-

Digitized by Khilafat Library

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (حجر اسود کے سوا) کعبہ کے کسی اور کونے کو کبھی بوسہ نہ دیا۔"

لیکن ڈاکٹر مذکور کا یہ بیان بالکل غلط اور ان کی اسلامی عقائد سے ناواقفیت کا کھلا ثبوت ہے۔ کیونکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود والے کونے کے علاوہ اس کے ساتھ والے دوسرے کونے کو بھی بوسہ دیتے تھے۔[۱] اور باقی دو کونوں کو صرف اس لئے بوسہ نہ دیتے تھے کہ حطیم کی جگہ چھوٹ جانے کی وجہ سے وہ اپنی اصلی جگہ پر قائم نہیں رہے۔ اور بعض صحابہؓ کے متعلق تو یہ بھی آیا ہے کہ وہ چاروں کونوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔[۲] اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ بوسہ دینے کی وجہ سے حجر اسود کو کوئی خصوصیت اور امتیاز حاصل نہیں ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجر اسود اور خانہ کعبہ پر آریوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک نہایت لطیف بیان تحریر فرمایا ہے، اس کا یہاں درج کرنا بے محل نہ ہوگا۔

"مضمون پڑھنے والے نے اس اعتراض کے ساتھ یہ اعتراض بھی جڑ دیا ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں حجر اَسوَد ایک ایسا پتھر ہے جو آسمان سے گرا تھا۔ معلوم نہیں کہ اس اعتراض سے اُس کو کیا فائدہ ہے۔ استعارہ کے رنگ میں بعض یہ روایتیں ہیں کہ وہ بہشتی پتھر ہے۔ مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بہشت میں کوئی پتھر نہیں ہے۔ بہشت ایسا مقام ہے کہ اس کی کوئی نظیر دُنیا میں نہیں پائی جاتی اور اس دُنیا کی کوئی چیز بھی بہشت میں نہیں ہے۔ بلکہ بہشتی نعمتیں ایسی نعمتیں ہیں کہ جو نہ کبھی آنکھوں نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سُنیں اور نہ دل میں گذریں۔ اور خانہ کعبہ کا پتھر یعنے حجر اسود ایک روحانی امر کے لئے نمونہ قائم کیا گیا ہے اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو نہ خانہ کعبہ بناتا اور نہ اس میں حجر اسود رکھتا۔ لیکن چونکہ اس کی عادت ہے کہ روحانی امور کے مقابل پر جسمانی امور بھی نمونہ کے طور پر پیدا کر دیتا ہے تا وہ روحانی امور پر دلالت کریں اسی عادت کے موافق خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور عبادت دو قسم کی ہے

---

[۱] بخاری کتاب وجوب الحج۔ [۲] بخاری کتاب وجوب الحج۔

(۱) ایک تذلّل اور انکسار۔ (۲) دوسری محبّت اور ایثار۔ تذلّل اور انکسار کے لئے اُس نماز کا حُکم ہُوا جو جسمانی رنگ میں انسان کے ہر ایک عضو کو خشوع اور خضوع کی حالت میں ڈالتی ہے یہاں تک کہ دلی سجدہ کے مقابل پر اس نماز میں جسم کا بھی سجدہ رکھا گیا تا جسم اور روح دونو اس عبادت میں شامل ہوں اور واضح ہو کہ جسم کا سجدہ بیکار اور لغو نہیں اوّل تو یہ امر مُسلّم ہے کہ خدا جیسا کہ روح کا پیدا کرنیوالا ہے ایسا ہی وہ جسم کا بھی پیدا کرنیوالا ہے اور دونو پر اُس کا حقِ خالقیّت ہے ماسوا اس کے جسم اور روح ایک دوسرے کی تاثیر قبول کرتے ہیں بعض وقت جسم کا سجدہ روح کے سجدہ کا محرّک ہو جاتا ہے اور بعض وقت روح کا سجدہ جسم میں سجدہ کی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ جسم اور روح دونو باہم مرایا متقابلہ کی طرح ہیں مثلاً ایک شخص جب محض تکلف سے اپنے جسم میں ہنسنے کی صورت بناتا ہے تو بسا اوقات وہ سچّی ہنسی بھی آجاتی ہے کہ جو روح کے انبساط سے متعلق ہے ایسا ہی جب ایک شخص تکلف سے اپنے جسم میں یعنے آنکھوں میں ایک رونے کی صورت بناتا ہے تو بسا اوقات حقیقت میں رونا ہی آجاتا ہے جو روح کی درد اور رقت سے متعلق ہے۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ عبادت کی اس قسم میں جو تذلّل اور انکسار ہے جسمانی افعال کا روح پر اثر پڑتا ہے اور روحانی افعال کا جسم پر اثر پڑتا ہے۔ پس ایسا ہی عبادت کی دوسری قسم میں بھی جو محبّت اور ایثار ہے انہیں تاثیرات کا جسم اور روح میں عوض معاوضہ ہے۔ محبّت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اُس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے۔

ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبّانِ صادق کیلئے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے اور یہ حجرِ اسود میرے آستانہ کا پتّھر ہے اور ایسا حکم اس لئے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولہ محبّت اور عشق کو ظاہر کرے سو حج کرنیوالے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس گھر کے گرد گھومتے ہیں ایسی صورتیں بنا کر کہ گویا خدا کی محبّت میں دیوانہ اور مست ہیں زینت دُور کر دیتے ہیں سر مُنڈوا دیتے ہیں اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اُس کے گھر کے گِرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں اور اس پتّھر کو خدا کے آستانہ کا پتّھر تصوّر کر کے بوسہ دیتے ہیں اور یہ جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبّت کو پیدا کر دیتا ہے اور جسم اس گھر کے گرد طواف کرتا ہے اور سنگ آستانہ کو چومتا ہے اور روح اسوقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتا ہے اور اُسکے روحانی آستانہ کو چومتا ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں۔

ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پاکر بھی اس کو چومتا ہے کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے وبس۔ جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں، ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اس پتھر کے لئے نہیں۔ پتھر تو پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ مگر اُس محبوب کے ہاتھ کا ہے۔ جس نے اُسکو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھیرایا"۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ۹۱-۹۳)

جب کعبہ کی دیواریں اتنی اونچی ہوگئیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے لئے زمین پر کھڑے ہوکر چنائی کرنا مشکل ہوگیا، تو حضرت اسمٰعیلؑ ایک بڑا پتھر اُٹھا کر لے آئے، جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے دیواروں کی تعمیر کو مکمل کیا۔ مقام ابراہیم اسی پتھر کو کہتے ہیں۔

غرض حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مصروف رہے۔ حتّٰی کہ اَن گھڑ پتھروں کا ایک مکان تیار ہوگیا۔ اس کی بلندی ۹ ہاتھ تھی اور طول ۳۲ ہاتھ اور عرض ۲۲ ہاتھ۔ اِس کوٹھے کی کوئی چھت نہ تھی[1]۔

کعبہ کے لُغوی معنے چوکھونٹے کے ہیں۔ اور چونکہ بیت اللہ چوکھونٹا تھا، اس لئے اس کا نام کعبہ پڑا۔ کعبہ کے معنے اُٹھی ہوئی جگہ کے بھی ہیں۔ اس لئے بعض نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ حضرت آدمؑ نے جو بیت اللہ تعمیر کیا تھا وہ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے وقت گر چکا تھا، اور اس کا نشان صرف ایک ٹیلہ کی شکل میں جو اپنی اردگرد کی زمین سے اُٹھا ہوا تھا باقی تھا، اس لئے اس کا نام کعبہ پڑا۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا زمانہ اندازاً اکیس بائیس سو قبل مسیحؑ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ستائیس اٹھائیس سو سال پہلے قرار دیا گیا ہے۔ اس حساب سے کعبہ کی ابراہیمی تعمیر آج سے چار ہزار برس پیشتر ثابت ہوتی ہے۔

عیسائی مصنّفین عربوں کے ابراہیمی نسل سے ہونے کا ہمیشہ انکار کرتے رہے ہیں، اور مسلمانوں کے اس دعویٰ کو کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے خانۂ کعبہ کی بنیاد ڈالی، غلط قرار دیتے رہے ہیں۔ مگر انکے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے کہ عربوں کا حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد سے ہونا

---

[1] تاریخ مکہ ازرقی

تواتر سے ثابت ہے۔ اور تواتر سے بڑھکر دُنیا میں اور کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔ عربوں کا سُنّت ابراہیمی کے مطابق ختنہ کرنا، ان میں رسم قربانی کا پایا جانا، اور سب سے بڑھکر قومی روایات اور ملکی تواتر ——— یعنی تمام اقوام عرب کا نسلاً بعد نسلٍ اس بات پر متفق ہونا کہ ہم اولاد اسمٰعیلؑ میں سے ہیں، اور خانہ کعبہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے رکھی تھی۔ اس بات کی کافی گواہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو عرب اور خانۂ کعبہ سے خاص تعلّق ہے۔

پھر ہم دریافت کرتے ہیں کہ بائیبل میں کتاب پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۰ میں اور باب ۱۷ آیت ۲۰ میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت ہاجرہؑ کو خدا تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ میں یہ بشارت دی کہ مَیں اسے بہت برکت دونگا اور اس کی اولاد کو اسقدر بڑھاؤنگا کہ وہ کثرت سے گنتی نہ جائیگی۔ اب اگر عرب اس کے مصداق نہیں ہیں، تو اور کون ہے؟ ظاہر ہے کہ دُنیا میں اور کوئی قوم حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے ہونے کی مدعی نہیں ہے۔ اور اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ بائیبل کی یہ پیشگوئی جھُوٹی نکلی۔

Digitized by Khilafat Library

علاوہ ازیں بائیبل میں حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ کے ایک بنجر اور غیر آباد علاقہ کی طرف ہجرت کرنے کا واقعہ مذکور ہے۔ بلکہ پیدائش باب ۲۱ آیت ۲۱ میں صراحت کے ساتھ مقام ہجرت فاران کا بیابان بیان ہُوا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اس سے وادیٔ مکّہ مراد نہیں ہے، جہاں ایک بڑی قوم نسل اسمٰعیلؑ سے ہونے کی مُدّعی ہے، تو اور کون سا علاقہ اس سے مراد ہو سکتا ہے۔

یسعیاہ نبی کی کتاب کے باب ۶۰ کی مندرجہ ذیل آیات میں خانۂ کعبہ ہی کا ذکر ہے:۔

"اونٹنیاں کثرت سے آکے تجھے چھپا لیں گی۔ مدیان اور عیفہ کی جوان اونٹنیاں وے سب جو سبا کے ہیں آئینگے۔ وے سونا اور لبان لائینگے، اور خداوند کی تعریفوں کی بشارتیں سناوینگے۔ قیدار (جو پیدائش باب ۲۵ آیت ۱۳ کی رُو سے حضرت اسمٰعیلؑ کا لڑکا ہے) کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہونگی۔ نبیط (یہ بھی حوالہ مذکورہ بالا کی رو سے حضرت اسمٰعیلؑ کا لڑکا ہے) کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہونگے۔ وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائیں گے، اور مَیں اپنی شوکت کے گھر کو بزرگی دونگا۔ یہ کون ہیں جو بدلی کی طرح اُڑتے آتے ہیں، اور کبوتروں کی مانند اپنے کابک کی طرف۔ یقیناً بحری ممالک میری راہ تکیں گے، اور ترسیس کے جہاز پہلے آویں گے،

کہ تیرے بیٹوں کو ان کے روپے اور سونے سمیت دور سے خداوند تیرے خدا اور اسرائیل کے قدوس کے نام کے لئے لاویں۔ کیونکہ اس نے تجھے بزرگی دی ہے۔ اور اجنبیوں کے بیٹے تیری دیواریں اُٹھائینگے، اور ان کے بادشاہ تیری خدمتگذاری کرینگے۔۔ اور تیری پھاٹکیں نت کھُلی رہیں گی، وے دن رات کبھی بند نہ ہووینگی۔"

یہ تعریف مکہ اور کعبہ کی ہے، کیونکہ یہیں مدیان اور عیفہ اور سبا کی اونٹنیاں جمع ہوتی ہیں، اور قیدار کی بھیڑیں اور نبیط کے مینڈھے بھی اِسی مذبح پر چڑھائے جاتے ہیں +

اور پیدائش باب ۱۲ آیت ۶ تا ۹ میں ہے کہ :۔

"اس (ابراہیم) نے وہاں (کنعان میں) خداوند کے لئے جو اس پر ظاہر ہُوا ایک قربانگاہ بنائی۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر اس نے بیت ایل (بیت اللہ) کے پورب کے ایک پہاڑ کے پاس ڈیرا کھڑا کیا۔ بیت ایل اس کے پچھم اور عی اس کے پورب تھا۔ اور وہاں اس نے خدا کے لئے ایک قربانگاہ بنائی، اور خداوند کا نام لیا۔ اور ابرام رفتہ رفتہ دکھن کی طرف گیا۔"

Digitized by Khilafat Library

اور آگے چل کر لکھا ہے کہ :۔

"وہ (ابراہیم) دکھن کی طرف گیا اور سفر کرتا ہُوا دکھن سے بیت ایل میں پہنچا۔" (پیدائش باب ۱۳ آیت ۱-۳)

اِن آیات میں جس بیت ایل کا ذکر ہے وہ یقیناً خانہ کعبہ ہے۔ مکہ کنعان سے دکھن کی طرف واقع ہے۔ اور لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کنعان میں قربان گاہ بنا کر جب روانہ ہوئے تو پھر ایک جگہ ڈیرہ کیا، اور وہاں دوسرا قربان گاہ بنایا، جس کے پچھم کی طرف ایک بیت ایل کا ذکر کیا۔ اور اصل عبارت میں لفظ بیت ایل یم ہے۔ یعنی سمندری بیت اللہ۔ یم سمندر کو کہتے ہیں۔ اور یہ سوائے خانہ کعبہ کے اور کسی پر صادق نہیں آتا +

سوشلزم اور اسلام

آج یورپ کو اپنی تہذیب و تمدّن پر بڑا ناز ہے۔ اسے اپنے علم و حکمت، اپنے فلسفہ، اپنی صنعت و حرفت، اور ایجادات پر بڑا گھمنڈ ہے۔ مگر جیسا کہ مسیح ناصریؑ نے کہا ہے، درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ یورپی تمدّن گو آج مشرق کے ساکنین کے ایک بہت بڑے طبقہ کو خوشنما نظر آرہا ہے، لیکن ہر حقیقت بین آنکھ اسوقت اس تمدّن کو اپنے ہاتھوں آپ تباہ ہوتے دیکھ رہی ہے۔ اور اسے محسوس ہو رہا ہے کہ اس کے اثمار کس قدر تلخ ہیں۔

آپ یورپ کی متمدّن اقوام کی باہمی کشمکش اور قتل و خونریزی کے واقعات پر نظر ڈالیں، اور دیکھیں کہ آپکی نظروں کے سامنے کیا ہو رہا ہے۔ اگر ایک طرف سرمایہ داری کے خونین عفریت ایک دوسرے پر دندان حرص و آز تیز کر رہے ہیں، تو دوسری طرف غریب مزدوروں کا طبقہ تمام ان لوگوں کو جو مالدار کہلاتے ہیں کچّا کھا جانے کی فکر میں ہے۔

یہ تمدّن و وحشت کی جنگ نہیں۔ اور نہ علم و جہل کا تصادم ہے۔ بلکہ یہ تمدّن ہے جو تمدّن سے متصادم ہے۔ یہ علم و فن ہے جو علم و فن کو موت کے گھاٹ اُتار رہا ہے۔ اور یہ صنعت و حرفت ہے جو صنعت و حرفت کو پاؤں تلے مسل رہی ہے۔

ہر دیدہ ور مبصر کے لئے اس امر کا اندازہ کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ قوّت تخیّل سے کام لیکر یورپ کے ان میدانوں پر نگاہ ڈالے۔ جو اسوقت آگ کے شعلوں، بموں کی گرج، اور زہریلی گیسوں سے معمور ہو رہے ہیں۔ جہاں خون کی ندیاں، عظیم الشان عمارتوں کے کھنڈرات، اور انسانوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کے تودے، انسانیت پر نوحہ کناں ہیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ یورپ کے مایہ ناز تمدّن کی بنیاد حرص و طمع اور خودغرضی پر رکھی گئی ہے۔ وہاں امیر اور غریب، اور سرمایہ دار اور مزدور کے اختلافات انتہائی شدّت کے ساتھ رونما ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ عجیب نوع کے اقتصادی و معاشرتی مصائب میں مبتلا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ان مصائب کے ازالہ کے لئے کیا تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔

یورپی مفکرین نے اپنی اقتصادی و تمدنی مشکلات کا جو حل تلاش کیا ہے۔ وہ "سوشلزم" یعنی اشتراکیت ہے۔ سوشلزم ایک وسیع اقتصادی اصطلاح ہے جس کے بہت سے پہلو ہیں۔ اور ان پہلوؤں کی تفصیلات باہم مختلف ہیں۔ لیکن تمام کے اندر ایک ہی اصول کارفرما ہے۔ اور وہ اصول یہ ہے کہ دنیا میں جہاں ایک طرف ایسے بڑے بڑے سرمایہ دار اور دولتمند لوگ موجود ہیں، جن کے قبضہ میں ان کی حاجات و ضروریات سے بہت زیادہ روپیہ ہے۔ وہاں دوسری طرف ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو اپنے پاس اتنا سرمایہ بھی نہیں رکھتے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں، اور جنہیں تن ڈھانکنے کے لئے کافی کپڑا میسر آ سکے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ زائد سرمایہ جو سرمایہ داروں کے پاس بے کار پڑا ہے، ان غریبوں، مسکینوں اور مزدوروں میں جو نہایت تنگی اور مفلوک الحالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، تقسیم کر دیا جائے۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سوشلسٹوں کی طرف سے جو طریق اختیار کرنے کی تلقین کی جاتی ہے، اس کا ملخص یہ ہے کہ مروجہ معاشرتی نظام بالکل بدل دیا جائے۔ یعنی تمام جائیدادیں اور ملکیتیں سرمایہ داروں کے قبضہ سے نکال کر پبلک کی مشترکہ جائیداد بنا دی جائیں، تمام صنعتی کارخانے، اور زرعی زمینیں جمہوری ملکیت بنا دی جائیں۔ اور ملک کے تمام لوگ محنت کریں۔ پھر جو منافع ہو وہ تمام ملک میں مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی تمام ذاتی و شخصی امتیازات مٹا دیئے جائیں۔ راعی اور رعایا، آقا اور غلام، حاکم اور محکوم، اور امیر غریب غرضیکہ ہر قسم کے امتیازات قرطاس عالم سے محو کر دیئے جائیں۔

اس وقت اشتراکیت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ گو تمام کا اصول ایک ہی ہے، لیکن حصول مقصد کے ذرائع میں بہت بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً سوشلسٹوں کا ایک فرقہ اس بات کا حامی ہے کہ زور اور جبر سے تمام دنیا کی ذاتی ملکیتوں کو مٹا دیا جائے۔ اور اگر ہو سکے تو اہل ثروت لوگوں اور سرمایہ داروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ لیکن دوسرا طبقہ پرامن ذرائع کا مؤید ہے۔

سوشلزم کا اصل الاصول یہ ہے کہ تمام لوگ معاش و مال کے لحاظ سے مساوی ہو جائیں۔ گویا اس تحریک کا سب سے زیادہ زور صرف اس بات پر ہے کہ لوگوں میں مالی لحاظ سے برابری اور

یکسانیت پیدا ہو جائے۔ لیکن اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہی وہ نقص ہے، جو سوشلزم کی ناکامی کا باعث ہے۔

اسلام بھی سوشلسٹوں سے بڑھ کر غرباء اور پس ماندہ لوگوں کا حامی ہے۔ مگر اس نے انکے ترفع اور ترقی کے جو طریق بتائے ہیں، وہ اشتراکیوں کے طریقوں سے مختلف ہیں۔ اور فی الحقیقت وہی طریق ایسے ہیں جن سے اگر ایک طرف غریب اور نادار لوگوں کی مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔ تو دوسری طرف اہل ثروت اور سرمایہ دار لوگوں کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ان ہر دو طبقات کے درمیان تنازع کی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے ممد و معاون اور دوست بن سکتے ہیں۔

دنیا میں امتیازات انسانی کی چار مختلف صورتیں ہیں۔ (۱) امتیازات نسلی اور قومی (۲) امتیازات حقوق قانونی (۳) امتیازات رتبہ (۴) امتیازات مالی۔

جہاں تک نسلی اور قومی امتیازات کا تعلق ہے، اسلام نے ان کو یکسر مٹا دیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کسی انسان کو دوسرے انسان پر کسی قسم کا کوئی قومی یا نسلی تفوق حاصل نہیں ہے۔ قوموں اور قبیلوں کے بنانے کا مدعا محض یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ ورنہ خدا کے نزدیک سب سے بزرگ وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (حجرات ۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور ہم نے تمکو مختلف خاندان اور قبیلے بنایا ہے، تا تم ایکدوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً تم میں سے سب سے زیادہ معزز خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

نیز فرمایا:۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (حجرات ۱)

مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔

اسلام کی یہ تعلیم صرف موعظت تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ بانئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متبعین نے عملاً اس تعلیم کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم

کے طریقِ عمل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کالے اور گورے، اور عربی و عجمی کے امتیازات کو مٹا دیا۔ اور یہ ثابت کر دکھایا کہ اسلام میں ایک حبشی بھی اسی طرح مکرّم و معزّز ہے، جس طرح ایک عربی، ایرانی یا ہندوستانی۔ امتیازات و تفریقات کا مٹنا دراصل وہی ہوتا ہے جو دل سے ہو۔ پس اسلام نے دلوں سے تمام قسم کی آلائشوں کو مٹا کر انسان کو اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنے ہمسائے کے متعلق حقیقی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرے۔ مگر سوشلزم میں اس امر کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دُنیا میں مالی مساوات قائم کرنے کے باوجود امن قائم نہیں کر سکتا۔

Digitized by Khilafat Library

اس کے بعد امتیازات حقوق کا سوال ہے۔ اسلام نے امتیازات حقوق و قانون کو بھی یکسر مٹا دیا ہے۔ اس کے نزدیک سب لوگ حقوق میں مساوی ہیں۔ اور اس نے امیر و غریب، حاکم و محکوم، اور اعلیٰ و ادنیٰ سب کے ساتھ عدل کرنے اور اس کے پورے پورے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ (مائدہ - ۲)

اے مومنو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو اور انصاف سے گواہی دو۔ اور کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات کی طرف مائل نہ کر دے کہ تم انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔ بلکہ انصاف کرو۔ کیونکہ یہی طریق تقویٰ کا طریق ہے۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ اسلام دوست و دشمن، امیر و غریب، اور آقا و غلام سب کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔

تیسرا امتیاز امتیازِ رُتبہ ہے۔ اسلام امتیاز مراتب کا قائل ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام انسانوں کے اخلاق و اطوار، اور شمائل و فضائل مساوی نہیں ہیں۔ اگر سب انسانوں کے اعمال و اخلاق مساوی ہو جائیں، تو پھر امتیازات مراتب بھی مٹ سکتے۔ لیکن چونکہ یہ ممکن نہیں ہے، اس لئے مراتب کا مٹانا بھی ناممکن ہے۔ ہاں اسلام بے جا غرور و نخوت کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اس کے نزدیک صحیح اعزاز وہ ہے، جو حسن اخلاق اور نیکی و تقویٰ پر مبنی ہو۔ مگر اشتراکیت نے یہاں بھی ٹھوکر کھائی ہے۔

پھر سب سے زیادہ ٹھوکر اشتراکیت نے امتیازات مالی کے باب میں کھائی ہے۔ کیونکہ غرباء و امراء کے درمیان مالی مساوات کے جو اصول اشتراکیوں نے وضع کئے ہیں، وہی سب سے زیادہ ناقابل عمل ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آجتک ان پر عمل نہیں ہو سکا۔ چنانچہ رُوس بھی اپنے بڑے دعووں کے باوجود اسپر عمل کرنے سے قاصر رہا ہے۔ اس بارہ میں رُوس کے موجودہ اشتراکی نظام کے متعلق روسی نظام حکومت کے حقیقت شناس ٹراٹسکی نے اپنی جلاوطنی میں جو انکشافات کئے ہیں، وہ ہر اہل دل کی چشم بصیرت کو کھولنے کیلئے کافی ہیں۔ اشتراکیت کا اصل یہ ہے، کہ دولت محنت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے تمام امراء کو محنت کرنی چاہیئے۔ اور اس کا منافع تمام لوگوں میں مساوی طور پر تقسیم کر دینا چاہیئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تمام لوگوں کی محنت یکساں کس طرح ہو سکتی ہے۔ جب تک تمام افراد محنت، قوّت، استعداد، قابلیت، حسن تدبّر، عقل اور فہم کے لحاظ سے مساوی نہیں ہیں، اسوقت تک ان کی محنت کے لئے یکساں معاوضہ معین کرنا فی الحقیقت عقل کو جواب دینا ہے۔ کیا ایک کاریگر اور ماہر فن کو وہی اُجرت ملنی چاہیئے جو ایک عام مزدور کو، جسے اس فن کی کوئی واقفیت نہیں ہے۔ کیا ایک وکیل، ایک پروفیسر، اور ایک جرنیل کا معاوضہ وہی ہونا چاہیئے، جو ایک منشی، ایک ٹیچر، اور ایک سپاہی کا ہوتا ہے۔ نہیں! اور ہرگز نہیں!! کیونکہ ان کی محنتوں، قابلیتوں اور استعدادوں میں فرق ہے۔

اسلام اختلاف مالی کا پورا پورا حامی ہے۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے عقل سلیم کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے:۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط (زخرف ـ ۳)	ہم نے دنیاوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی معیشت تقسیم کر دی ہے، اور ایک کو دوسرے پر کئی درجہ بلندی عطا کی ہے، تا وہ ایک دوسرے سے کام میں مدد لے سکیں۔

یہاں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ تمدّن انسانوں میں ایک دوسرے کا احتیاج پیدا کرتا ہے۔ اگر تمام لوگ مالی لحاظ سے مساوی الدرجہ ہوں، تو پھر چونکہ ایک کو دوسرے کی کوئی احتیاج باقی نہیں رہتی اس لئے کوئی شخص کسی کے کام نہیں آسکتا۔ اور نتیجہ یہ ہو کہ تمام نظام عالم تباہ ہو جائے۔

اسلام موجودہ زمانہ کی اقتصادی مشکلات کو اور نظام سرمایہ داری کو مٹانے سے نہیں، بلکہ اس کی اصلاح سے حل کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ جہاں وہ ایک طرف کسب معاش کی تاکید فرماتا ہے، وہاں اس خیال کو پیدا ہونے سے روکتا ہے کہ کسی کے پیدا کردہ مال میں دوسروں کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں وہ معاش کے ان ذریعوں کو سختی سے روکتا ہے جن سے دوسروں کے حقوق کو نقصان پہنچے۔ چنانچہ وہ اس بات کی ممانعت کرتا ہے۔ کہ کوئی انسان بغیر کسی استحقاق کے دوسرے انسان کے مال پر قبضہ کرے۔ اس ناجائز قبضہ کی ایک صورت رشوت ہے۔ اسلام رشوت کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ پھر وہ اس قسم کے ذرائع معاش سے بھی منع کرتا ہے۔ جن کی وجہ سے دولت صرف چند ہاتھوں میں محدود ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال سُود ہے۔ سود میں بہت سے اخلاقی نقائص کے علاوہ اقتصادی مضرتیں بھی مضمر ہیں۔ سُود جہاں انسان کے جذبۂ اخوت و ہمدردی کے لئے سخت نقصان رساں ہے، وہاں اس سے دولت صرف چند افراد اور جماعتوں میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسلام نے سُود لینا اور دینا حرام قرار دیا ہے۔ فرمایا:-

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ (بقرہ - ۳۸)	جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (قیامت کو) اس شخص کی طرح اُٹھیں گے جسے شیطان نے چھُو کر مخبوط کر دیا ہو۔

اس کے علاوہ حصول دولت کے اور ناجائز ذرائع کو بھی اسلام نے منع قرار دیا ہے۔ مثلاً احتکار بھی ممنوع ہے۔ احتکار عام ضروریات زندگی کو گرانی کے زمانے میں فروخت کرنے کے خیال سے رکھ چھوڑنے کا نام ہے۔ پھر قمار بازی اور لاٹری کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ (مائدہ - ۱۲)	شراب، قمار بازی اور جوا ناپاک اور شیطانی کام ہیں۔

اسلامی تعلیم میں تجارت کی ایسی صورتیں بھی ممنوع ہیں، جن سے ایک فریق کو نقصان پہنچتا ہو۔ اس سے مراد ایسی تجارت ہے جس میں کسی چیز کے موجود ہونے یا

قبضہ میں آنے سے پیشتر اسے فروخت کیا جائے۔ جیسے پھل کے پکنے سے پہلے درخت کے پھلوں کو بیچ دینا وغیرہ۔

Digitized by Khilafat Library

غرض اسلام نے ایک طرف دولت کو بڑا رتبہ دیا ہے، اور تحصیل دولت اور کسب معاش کی سخت تاکید ہے۔ اور دوسری طرف تمام وہ صورتیں جن سے فساد، نقصان اور ناجائز منفعت خواہی کا اندیشہ ہو ممنوع قرار دی ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام نے دولت کو شخصی ملکیت قرار دیکر اس کے حصول کی تاکید کی ہے، تو غرباء اور مزدوروں کے لئے کیا کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا حکم ہے۔ کہ ہر صاحب استطاعت شخص زکوٰۃ دے۔ یعنی ہر شخص جس کے پاس چالیس روپے اس کی ضروریات سے زاید سال بھر میں بچ رہیں۔ وہ ان کا چالیسواں حصّہ یعنی ایک روپیہ زکوٰۃ دے۔ یہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو جہاں سے ملک کے مستحقین کی امداد کی جائے۔ اسلام نے زکوٰۃ کی رقم کی تقسیم کے متعلق بھی ہدایت فرما دی ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے :-

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ

یعنی زکوٰۃ صرف فقراء، مساکین۔ کارکنان۔ نو مسلموں۔ اور غلاموں کے آزاد کرنے میں خرچ کی جائے۔ نیز مقروضوں کو دی جائے۔ اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کو دیجائے۔

زکوٰۃ کے علاوہ اسلام نے مستحقین کی امداد کے لئے ایک اور فنڈ بھی قائم کیا ہے، اور وہ مال غنیمت ہے۔ فرمایا :-

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (انفال - ۵) یعنی جو کچھ مال غنیمت تمھارے ہاتھ آئے، اس کا پانچواں حصّہ خدا، اس کے رسول، اقرباء، یتیموں، مساکین اور مسافروں کے لئے ہے۔

مذکورہ بالا مقالہ سے ظاہر ہے، کہ اگر اسلام نے اہل دولت کو کسب معاش کی

اجازت دی ہے، تو دوسری طرف حاجتمندوں اور غرباء و مساکین کی خبر گیری میں بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ یہ وہ چیز ہے، جس کو اشتراکی ڈھونڈتے ہیں۔ مگر انہیں موجودہ تمدّن کی تاریکی میں نظر نہیں آتی۔ یہی وہ طریق ہے۔ جو فتنہ و فساد کی راہوں کو بند کرتا ہے، جس سے اقتصادی ترقی کی شاہ راہیں کھلتی ہیں، جو مزدور اور سرمایہ دار، غریب اور امیر کا جھگڑا چکا دیتا ہے۔ اور یہی وہ نظام ہے، جس میں اہل ثروت نادار کو اپنا دشمن نہیں، بلکہ رفیق، اور ایک غریب امیر کو حریف نہیں، بلکہ حلیف سمجھتا ہے۔

بازار میں چیزوں کے نرخ معین کرنے کا بھی اسلام نے حکم دیا ہے۔ یورپ کے اشتراکی آج جس بات کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں دین فطرت چودہ سو سال پہلے اس کا حکم دے چکا ہے۔ چنانچہ اسلام ایک صیغہ احتساب قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ بازار کی اشیاء کی نگرانی کرے اور ان کے نرخ مقرر کرے۔

غرض اسلام نے اقتصادی امور میں جو رہنمائی کی ہے، اور امراء اور سرمایہ داروں کو جس جادۂ اعتدال پر رکھا ہے، اور غرباء و مساکین کی امداد کی جو صورتیں بیان کی ہیں، ان کے پیش نظر ہر اہل بصیرت بآسانی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جس نے تمام تمدّنی و اقتصادی مشکلات کو کمال دانائی سے حل کر دیا ہے ؛

ارشاد اللبیب الیٰ کسر الصلیب

یعنی

شہادۃ القرآن مصنفہ میر سیالکوٹی صاحب کا جواب

(۳)

قولہ۔ "اب ہم بفضلہ تعالیٰ شُبِّہَ کی اسناد کی نسبت مفسّرین کے اقوال نقل کرکے ثابت کرتے ہیں، کہ ہر صورت میں نتیجہ یہی ہے کہ کوئی اور شخص مسیح علیہ السلام کا ہمشکل بنایا گیا تھا۔ اور وہی صلیب پر کھینچا جاکر مارا گیا تھا۔" (صفحہ ۷۵ و ۷۶)

اقول۔ اوّلاً بفضلہ تعالیٰ ہرگز یہ ثابت نہ کرسکیں گے۔ مثلاً علامہ آلوسی کے قول شُبِّہَ مسندٌ اِلیٰ الْجَارِ وَالْمَجْرُوْرِ کی اس صورت سے کہ اَلْمُرَادُ وَقَعَ لَھُمْ تَشْبِیْہٌ فِی الْاَمْرِ سے ثابت کریں کہ "کوئی اور شخص مسیح علیہ السلام کا ہم شکل بنایا گیا تھا، اور وہی صلیب پر کھینچا جاکر مارا گیا تھا۔"

Digitized by Khilafat Library

ثانیاً۔ علامہ ابو السعود نے شُبِّہَ کی ایک توجیہ کرکے صاف لکھا ہے عَلیٰ قولِ مَنْ قال لَمْ یقتلْ احدٌ ولکن اُرْجِفَ بقتلہ فَشَاعَ بَیْنَ النَّاسِ یعنی اس صورت میں مقتول کوئی بھی ماننا نہیں پڑتا۔ (جلد ۳ صفحہ ۴۹) اسی طرح قاضی بیضاوی نے بھی شُبِّہَ کی اپنی ایک توجیہ کے متعلّق بالتصریح لکھدیا ہے کہ اس صورت میں کوئی بھی مقتول و مصلوب قرار نہیں پاتا، نہ شبیہ مسیح، نہ کوئی اَور۔ چنانچہ علّامہ خفاجی اُن کی اس توجیہ کے متعلّق تصریحاً لکھتے ہیں اَنّہٗ لم یقع قتلٌ ولا صلبٌ اَصْلاً کہ فعل قتل و صلب مطلقاً واقع نہیں ہُوا۔ (شہاب علی البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۱۹۸)

اور اگر آپ قنوی کے خیال سے شبہ میں پڑیں، تو یاد رہے کہ

اوّل تو قاضی بیضاوی کی عبارت اس خیال کی متحمل ہی نہیں کما سَیَظْھَرُ۔

دوسرے قنوی کے خیال سے بھی یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکل سکتا کہ "کوئی اور شخص مسیح علیہ السلام کا ہمشکل

بنایا گیا تھا اور وہی صلیب پر کھینچا جا کر مارا گیا تھا۔"

ثالثاً۔ علامہ محمد فرید وجدی اپنی تفسیر "صفوۃ العرفان فی تفسیر القرآن" میں لکھتے ہیں وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ فِي الْاَمْرِ وَارْتَبَكُوْا فِيْهِ فَزَعَمُوا اَنَّهُمْ قتلوهُ كذ بًا هٰذا على قولِ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ لم يُقْتَلْ بَدْلَه احدٌ وهو قولٌ وَجِيْهٌ (صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ مصر) یعنی امر قتل مسیح ان پر مشتبہ ہو گیا اور وہ اس میں شک میں پڑ گئے۔ سو انہوں نے ازراہِ کذب یہ خیال کر لیا، کہ مسیح واقعی مقتول ہو گیا ہے۔ (كيف وهم في شك وارتباك منه) یہ تفسیر اِس قول کی بنا پر ہے کہ مسیح کے بدلہ کوئی بھی مقتول نہیں ہؤا تھا اور یہی قول وجیہ یعنی معقول بات ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اس میں نہ فنوی کی تاویل چل سکتی ہے، کیونکہ لَمْ يُقْتَلْ اَحَدٌ کے ساتھ بَدْلَهٗ کی صراحت ہے، جس سے ہر قسم کے مقتول کی نفی عیاں ہے۔ اور نہ آپ کے اس عذرِ خام کیلئے کوئی گنجائش ہے، کہ مفسر نے "ان معنوں کے ضعف کی طرف علیٰ قول من قال سے اشارہ کر دیا" ہے، کیونکہ اُس نے بالوضاحت اسے "قولِ وجیہ" قرار دیا ہے۔ بلکہ اس توجیہ کے سوا کوئی اور توجیہ لکھی ہی نہیں۔

رابعاً۔ تمام وہ مفسرین اور اکثر المتکلمین جو شبیہ مسیح کے قتل سے منکر ہیں، آپ کی اس رائے سے متفق نہیں۔ (دیکھو مراح لبید جلد ا صفحہ ۱۷۲ و تفسیر نیساپوری و روح البیان و بحر محیط و بیضاوی و تفسیر مفاتیح الغیب و شہاب وغیرہا۔

خامساً۔ آپ نے شُبِّهَ کی اسناد کے متعلق اقوالِ مفسرین نقل کرنے میں بھی دیانت کا ثبوت نہیں دیا، کیونکہ آپ نے اُن کے صرف دو قول نقل کئے ہیں، حالانکہ مفسرین علیہم الرحمۃ کا ایک مشہور و معروف قول یہ ہے، کہ شُبِّهَ کا مسند الیہ امر مذکور ما قبل اعنی واقعہ قتل مسیح ہے، اور نہ صرف یہ کہ آپ نے اس کا ذکر نہیں کیا، بلکہ اس سے انکار کیا ہے۔ شاید اسلئے کہ اس صورت میں مطلب براری میں دشواری نظر آتی تھی۔ اس سے آپ کی وُسعتِ نظری کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

قولہٗ "اگر جار مجرور کی طرف اسناد کرنے سے معنے آپ کے مطلب کے موافق تھے، تو آپ نے اگلی عبارت

پوری نقل کیوں نہ کی اور بَیْنَ عیسٰی وَالْمَقتولِ کی خیانت کیوں کی؟" (صفحہ ۷۶)

اقول - اوّلاً - جیسا کہ میں بتا چکا ہوں، جار مجرور کی طرف اسناد کر کے، جو مفہوم قاضی بیضاوی وغیرہ نے لیا ہے، یہ ان کا اپنا ذاتی خیال ہے، ہم پر حُجّت نہیں۔ کیونکہ بقول مولوی ثناء اللہ صاحب "ہم کسی کی رائے کو حُجّت شرعیہ نہیں مانتے۔" (اہلحدیث ۱۶ر جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۳) اس لئے بَیْنَ عیسٰی والمقتولِ کو درج کرنا ضروری نہ تھا۔

ثانیاً - تفسیر کشاف و بحر محیط و مدارک و نیساپوری اور تفسیر کبیر میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور مولوی صاحب مرحوم نے ان تفاسیر سے مندرجہ الفاظ لکھ کر جو ان کے جائز اور معقول معنے ہو سکتے تھے، وہ کر دیئے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے، کہ مولوی صاحب مرحوم نے اس جگہ تفسیر بیضاوی کا نام نہیں لکھا، بلکہ محض "بعض مفسّرین" کا حوالہ دیا ہے۔ پس خیانت کا الزام درست نہیں۔

ثالثاً - اَلتَّشْبِیْهُ بَیْنَ عیسٰی والمقتولِ کے الفاظ بھی ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ مقتول سے مراد غیر معین مقتول لیکر یہ معنے بنتے ہیں کہ مخالفین مسیح "مقتول" اور حضرت مسیحؑ کی حالت میں فرق نہ کر سکے۔ اور انہوں نے یہی سمجھا کہ مسیح واقعی مقتول ہو گیا ہے۔ پس یہ لفظ بھی ہمیں مضر نہیں۔ فافهم۔

قولہٗ - "اشتباہ اور تشابہ وغیرہ کا صلہ جب علیٰ آوے تب اُن کے معنے التباس کے ہوتے ہیں.... آپ نے ناحق شبہ علیھم الامر او وقع لھم التشبیہ کو ایک بنا کر، اپنی بے بضاعتی پر ہنسایا۔" (صفحہ ۷۶-۷۷)

Digitized by Khilafat Library

اقول - اوّلاً - اگر اس کے بغیر جائز نہیں، تو شُبِّہَ لَهُمْ کے معنے آپ کے "سردار اہلحدیث" نے یہ کیوں لکھ دیئے۔ اشتبہ علیھم الامر (تفسیر ثنائی عربی صفحہ ۹۹) اور اسی آیت کا ترجمہ تفسیر ثنائی اُردو میں یہ کیوں کیا کہ "ان کو ایک قسم کا اشتباہ بے شک ہُوا" (جلد ۲ صفحہ ۱۹۵) پھر یہ کیوں لکھا کہ "لیکن ان کو شبہ ہُوا" (ثنائی پاکٹ بک صفحہ ۵۰) نیز اہلحدیث ۲ر اگست ۱۹۲۹ء صفحہ ۲ پر یہ کیوں لکھا کہ "بلکہ ان کو اشتباہ ہو گیا" اور بحر محیط میں ہے شُبِّہَ لَهُمْ اي شبه علیھم جلد ۳ صفحہ ۳۹۰ نیز ملاحظہ ہو عقیدہ الکلام الفصیح صفحہ ۲۳ و ۲۵ الدلیل علیٰ اثبات حیات مسیح صفحہ ۹ اتمام البرہان صفحہ ۸۴ "مسیح موعود" صفحہ ۶ و ۱۱ کلمۃ اللہ صفحہ ۷۵

تفسیر محمدی جلد ۱ ص ۴۳۸ - روح المعانی - تفسیر حقانی جلد ۳، شہاب جلد ۳ ص ۱۹۵ - ترجمہ قرآن حصہ دوم ص ۱۴۱ مطبوعہ ۹۳ء از مولٰنا محمد احسان عباسی - حالانکہ آیت میں شُبِّہَ کا صلہ علیٰ نہیں بلکہ لام ہے۔

ثانیاً - متکلمین اور ان مفسرین کے مذہب کے مطابق جن کے نزدیک کسی پر مسیحؑ کی نشابہت نہیں ڈالی گئی تھی، شُبِّہَ لَھُمْ کے معنے التباس ہی کے کئے گئے ہیں باوجود یکہ شُبّہ کا صلہ لام ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۵۰۲ روح المعانی جلد ۲ ص ۲۱۱ روح البیان جلد ۱ ص ۵۱۳) پھر مولٰنا شاہ معین الدین احمد، ندوی رفیق دار المصنّفین نے اس کا ترجمہ یہ لکھا ہے " البتہ ان لوگوں کو شبہ میں ڈال دیا گیا" (رسالہ معارف جلد ۲۷ نمبر ۶ ص ۴۲۴) - اور مولٰنا عبد الحق صاحب دہلوی نے لکھا ہے۔ " بلکہ اشتباہ واقع ہُوا پھر اس اشتباہ کی اس آیت میں خود توضیح فرماتا ہے وانّ الذین اختلفوا فیہ لفی شك منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن " (تفسیر حقانی جلد ۳ ص ۳۱) مولوی محمد ادریس صاحب دیوبندی نے ترجمہ کیا ہے "ہاں اشتباہ ہوگیا ہے" (کلمۃ اللہ ص ۷) نیز ملاحظہ ہو ("مسیح موعود" ص ۱۱ و الدلیل علی اثبات حیات مسیح ص ۹)

ثالثاً - اگر وقع لھم التشبیہ کے معنے شبہ علیھم الامر نہیں ہو سکتے، تو آپ قاضی بیضاوی کی اس مُسلّم عبارت کے معنے تو کر دکھائیں۔ وَ قَعَ لَھُمُ التَّشْبِیْہُ فِی الْاَمْرِ عَلٰی قَوْلِ مَنْ قَالَ لَمْ یُقْتَلْ اَحَدٌ۔ (شہادت القرآن ص ۷۸-۷۹)

رابعاً - بعض دفعہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف بھی استعمال کر لیا جاتا ہے، جسے اصطلاح میں اِبدال کہتے ہیں۔ اس کی کئی ایک امثلہ خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ منجملہ یہ آیت ہے فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ ای علی الجبلِ اس میں علیٰ کی جگہ لام ذکر کر دیا گیا ہے (مقدمہ تفسیر حقانی ص ۱۴۹) پس آیت ما نحن فیھا میں بطریق اِبدال، علیٰ کی بجائے لام کو ذکر کر دیا گیا ہو تو کیا استبعاد ہے؟

قولہٗ - " وَ لٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ میں لام ضرار کیلئے ہے۔" (ص ۷)

اقول - اوّلاً - فعل مجہول کا اسناد جار مجرور کی طرف کرنے کی صورت میں یہ صریحاً غلط ہے۔

ثانیاً۔ کیا سوائے ضرار کے لام اور کسی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ عام استعمال تو اس کا انتفاع ہی کیلئے ہے۔ ان عام مستعمل معنوں کو چھوڑ کر دوسرے معنے کیوں لئے جائیں۔

ثالثاً۔ تمام ان مفسّرین اور علمائے دین کے نزدیک جو مسیحؑ کے بدلہ کسی یہودی کا مصلوب ہونا تسلیم نہیں کرتے، یہ لام ضرار کے لئے نہیں ہو سکتا۔

رابعاً۔ ضرار کے لئے تسلیم کر کے بھی آپکو مفید نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ مسیح چونکہ مشابہ بالمقتول ہو گیا تھا۔ اس لئے یہود انا قتلنا المسیح کا ادعا کر کے مورد لعنت قرار پائے۔

Digitized by Khilafat Library

قولہ۔ "بحکم آیت لَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ اور فَقَاتِلُوْا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ انہی میں سے ایک شخص کو مسیح کا ہمشکل بنا کر ان کے اپنے ہاتھ سے مصلوب کرا کے مقتول کرایا۔" (ص۱۶۱ و ۱۶۸)

اقول۔ کیا صرف ایک ہی یہودی اہل المکر السیئ اور "امام کفر" تھا۔ اور وہ بھی وہ "جس نے آپ کو دھوکے سے قتل کرانا چاہا تھا"۔ حالانکہ مکروا اور ائمۃ الکفر اور لھم جمع کے الفاظ ہیں۔ پس چاہیئے تھا، کہ سبھی یہود مسیح کے ہمشکل ہو کر باری باری مارے جاتے۔ یا کم از کم بڑے بڑے سرغنوں کا تو صفایا ہو جاتا۔ صرف ایک معمولی یہودی کے قتل ہو جانے سے لامِ ضرار کا اقتضا کیسے پورا ہو گیا۔

قولہ۔ "تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے اَوْ فِی الْاَمْرِ عَلٰی قول من قال لم یُقتل احدٌ ولکن اُرجف بقتلہ فَشَاعَ بین النَّاسِ اس عبارت میں سے فی الامر کو دیکھ کر پہلی توجیہ سے ملا لیا اور ایک الگ عبارت بنا کر مفسّرین علیہم الرحمۃ کے ذمّہ لگانی چاہی۔" (ص۳)

اقول۔ یہ بات مفسّرین علیہم الرحمۃ کے ذمے لگائی نہیں گئی، بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ فعل شُبّہ کا اسناد علاوہ جار مجرور کی طرف کرنے کے الامر (قتل مسیح) کی طرف بھی مانتے ہیں۔ اور اس طرح یہ دو الگ الگ توجیہیں خود انہوں نے لکھی ہیں۔ (ملاحظہ ہو روح المعانی وغیرہ)

قولہ۔ "واضح ہو کہ مولوی صاحب نے یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔ اور اس میں یہ

خیانت کی ہے کہ فی الامر کی جگہ الی الامر لکھ کر اپنے مطلب کے موافق معنے گھڑ لئے ہیں۔" (ص۸)

اقول۔ اوّلاً۔ فی الامر کی صورت میں جو معنے بنتے تھے، اگر آپ وہ لکھ دیتے، یا سمجھنے کی کوشش کرتے، تو یقیناً یہ نہ لکھتے کہ الی الامر لکھنے میں خیانت کی گئی ہے۔ سُنئے! اگر بیضاوی میں فی الامر ہی مانا جائے، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کا عطف جیسا کہ قنوی میں ہے اور غالباً وہیں سے دیکھ کر آپ نے لکھ دیا ہے۔" عبارت متقدمہ بین عیسیٰ والمقتول پر ہے۔" اور عبارت یوں ہو جائیگی وشُبِّہَ مسندٌ الی الجار والمجرور کانہ قیل ولکن وقع لھم التشبیہُ بین عیسیٰ والمقتول او وقع لھم التشبیہ فی الامر علی قول من قال لم یقتل احد ولکن ارجف بقتلہ فشاع بین الناس گویا جار و مجرور کی طرف شبہ کی اسناد کرنے کی صورت میں دو معنے ہو گئے۔ (اوّل) وقع لھم التشبیہ بین عیسیٰ والمقتول جس سے مراد آپ نے یہ لی ہے کہ "یہود کے لئے مسیح علیہ السلام اور مقتول میں تشبیہ واقع ہو گئی یعنی ان کی نظر میں وہ مقتول مسیح نظر آیا۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود نے جس شخص کو سولی پر چڑھا کر قتل کیا انہوں نے اس کی نسبت یہ گمان کیا کہ وہ حضرت مسیحؑ ہے، حالانکہ وہ کوئی اور تھا۔" (ص۶) (دوم) وقع لھم التشبیہ فی الامر جس کا ترجمہ آپنے یہ کیا ہے کہ" اس معاملہ میں ان کے لئے تشبیہ واقع ہوئی۔" (ص۶) اور ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں فعل شُبِّہَ کا مأخذ شِبہ ہے" جس کا حاصل مطلب" پہلی صورت میں تو مولوی صاحب نے نہایت وضاحت سے لکھدیا۔ لیکن دوسری صورت میں اس سے کیا مراد ہے؟ اس کا اظہار مولوی صاحب نے ضروری نہیں سمجھا ففیہ ما فیہ۔

ایک محشی بیضاوی کو بھی جب اس کے کوئی معنے اس ترکیب میں بنتے نظر نہ آئے، تو اس نے مرادِ مصنّف کے قطعاً خلاف (لم یقتل) اَحَدٌ کے متعلق یہ لکھدیا کہ ای اَحَدٌ یُشْبِہُ المسیحَ ولیس المراد انہ لم یقتل احدٌ اَصْلاً۔ اور اس تاویل کی وجہ یہ بتائی کہ وقوع التشبیہ فی امر قتل المسیح سے اگرچہ قتل شبیہ مسیح کا وقوع لازم نہیں آتا، لیکن اس کا اتنا اقتضا تو ضرور ہے، کہ قتل المسیح کے مشابہ کوئی امر واقع ہو۔ جس کی صورت اس نے یہ تجویز کر لی کہ کسی اور مقتول (غیر شبیہ مسیح) کے متعلق یہ مشہور کر دیا گیا، کہ یہ مسیح ہے لان

وقوع التشبیہ فی امر قتل المسیح وان لم یقتضِ وقوعَ قتل مایُشْبِهُهٗ لکنه یقتضی وقوعَ مایُشْبِهُ قتلَه وذٰلك انمایکون بان یُقْتَلَ احدٌ فیرجف بانه ہوالمسیح۔ حالانکہ ماہر ذکی پر روشن ہے کہ علّامہ بیضاوی کی صراحت ان معنوں کی قطعاً متحمل نہیں۔ کیونکہ وقوع التشبیہ فی امر قتل المسیح کو وہ اس قول کی بنا پر مانتے ہیں کہ لم یقتل اَحَدٌ ولکن ارجف بقتلہ فشاع بین الناس یعنی مقتول مطلقاً کوئی نہ تھا، صرف غلط طور پر مسیحؑ کا مقتول ہونا مشہور ہو گیا۔ چنانچہ خود محشی مذکور (قنوی) کو بھی آخر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ گو میں نے لم یقتل احدٌ کی یہ تاویل کی ہے، لیکن لاریب مصنّف (بیضاوی) کی عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ مقتول کوئی بھی نہ تھا، نہ شبیہِ مسیح، نہ کوئی اور۔ لکن الظاہر من عبارۃ المصنف انّہ لم یقتل اَحَدٌ اَصْلاً (قنوی علی البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۲۹۲)۔ اور علّامہ خفاجی شارح بیضاوی نے تو بغیر کسی تاویل کے عبارت بیضاوی کے متعلق صراحۃً لکھ دیا ہے انّهٗ لَمْ یَقَعْ قتلٌ وَّلاصلبٌ اَصْلاً کہ فعل قتل وصلب مطلقاً واقع نہیں ہوا۔ (شہاب علی البیضاوی جلد ۳ صفحہ ۱۹۸)

ثانیاً۔ اوپر کے بیان سے بھی اصحاب فہم سلیم سمجھ گئے ہونگے کہ صحیح عبارت الی الامر ہے، نہ فی الامر۔ لیکن میں اس کے ثبوت میں ایک مزید شہادت پیش کرتا ہوں۔ اور وہ علّامہ خفاجی محشی بیضاوی کی شہادت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔ (قولہ وشبہ مسند الی الجار والمجرور الخ) ان اسند الفعل للجار والمجرور فالمراد وقع لهم تشبیه بین عیسیٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ومن صُلِبَ اَوْ هومسند لضمیر المقتول الذی دل علیه انا قتلنا اَیْ شبه لهم من قتلوه بعیسیٰ۔ اَوِالضّمیر لِلْاَمْرِ وشبّه من الشبهة اَیْ التبس علیهم الامر ومن فسره بهذا ابناه علیٰ انه لم یقع قتل ولاصلب اَصْلاً وانما وقع ارجاف واکاذیب والارجاف اصل معناه الاضطراب ثم شاع من الکذب۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۹۸)

متنِ بیضاوی کی اس شرح سے صاف ظاہر ہے، کہ بیضاوی میں شبہ کی اسناد کی نسبت تین صورتیں مذکور ہیں۔ (۱) جار مجرور کی طرف (۲) الامر کی طرف۔ (۳) المقتول کی طرف حالانکہ اگر متن میں فی الامر سمجھا جائے تو صرف دو صورتیں قرار پاتی ہیں (۱) جار مجرور کی طرف۔

(۲) المقتول کی طرف۔ پس اِس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حاشیہ لکھتے وقت، جو نسخہ بیضاوی علامہ خفاجی کے سامنے ہے، اس میں لکھا ہی الی الامر ہے۔ یا علی الاقل انہوں نے فی کو سہو کاتب قرار دیکر نظر انداز کر دیا ہے، اور اس کی بجائے الیٰ ہی سمجھا ہے۔ واللہ اعلم۔ پس خیانت کا الزام غلط ہے۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ یہ عبارت بعطف تردیدی کوئی نئی ترکیب نہیں۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے خوش فہمی سے سمجھا ہے۔ بلکہ شُبّہ کی جار مجرور کی طرف اسناد کرنے کے علاوہ جو دوسرا مسند الیہ بن سکتا تھا، وہ ذکر کیا ہے۔ اور سُنئے! آپکے خاتم الادبا و اللطفاء لباب الاولیاء والبلغاء الممتاز فی فنون البلاغۃ علامہ ابو الفضل سیّد محمود آلوسی بغدادی، اپنی تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ میں لکھتے ہیں۔ اوالضمیر للامر شبہ من الشبۃ ای التبس علیہ الاَمْرُ کہ شُبّہ کی ضمیر "الامر" کی طرف پھرتی ہے اور فعل شبہ کا ماخذ شُبۃ ہے۔ اور معنے یہ ہیں کہ امر قتل مسیح انپر مشتبہ ہوگیا تھا۔ فافہم ولا تکن من الجاھلین۔

Digitized by Khilafat Library

قولہ "ان معنوں کے ضعف کی طرف بھی علیٰ قول من قال سے اشارہ کردیا، اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو تفسیر کے مطالعہ و تدریس کی توفیق بخشی ہے وہ خوب پہچانتے ہیں کہ یہ قول شاذ ہے۔" (ص ۷۹)

اقول - اوّلاً - ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ قاضی بیضاوی کو یہ معنے پسند نہیں۔ ہم اسکے متبع نہیں ہیں ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ "مفسّرین کی یہ ترکیب کہ شُبّہَ کی اسناد الامر یعنی مضمون جملہ سابقہ کی طرف ہے، نہایت ٹھیک اور قواعد لسان کے بالکل مطابق ہے" اور ظاہر ہے کہ قاضی صاحب کو اس سے ہرگز انکار نہیں۔ بلکہ بقول علامہ خفاجی وہ اسکے مؤید ہیں۔

ثانیاً - آپ تو ابھی چیلنج دے رہے تھے، کہ اس صورت میں بھی "نتیجہ یہی نکلتا ہے، کہ کوئی اور شخص مسیح علیہ السلام کا ہمشکل بنایا گیا تھا، اور وہی صلیب پر کھینچا جا کر مارا گیا تھا۔" پھر اب اس قول کے ضعیف اور شاذ ثابت کرنیکی فکر کیوں پڑی۔ اگر علیٰ قول من قال کہکر قاضی بیضاوی نے اسکے ضُعف کیطرف اشارہ کیا ہے، تو مولنا! پھر اس قول سے وہ نتیجہ ہرگز نہیں نکلتا جو آپ نکالنا چاہتے ہیں، کیونکہ آپ لکھ چکے ہیں (مفسّرین کے اقوال مختلفہ میں سے) "جس قول سے نتیجہ الٹ نکلتا ہو اُسکی تضعیف کردیتے ہیں" (ص ۴۵) پس یا آپکا یہ اصل غلط ہے۔ یا یہ بات غلط ہے، کہ اس سے بھی نتیجہ وہی نکلتا ہے، جو مقتول کی طرف اسناد کرنے سے نکلتا ہے۔

ثالثاً - اچھا اگر قاضی بیضاوی نے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، تو اس سے زیادہ یہی نتیجہ نکلیگا، کہ انکے نزدیک یہ قول ضعیف ہے لیکن علامہ آلوسی مرحوم نے جسکو مولوی انور شاہ دیوبندی نے "محقق" قرار دیا ہے (اکفار الملحدین ص ۲۷) اسکی تضعیف نہیں کی، اسی کی مان لیں۔ یا صاحب صفوۃ العرفان کی رائے مان لیں جنہوں نے اسے "قول وجیہ" لکھا ہے۔

روم میں ذلّتِ یہود کی داستان

تازہ برقی اطلاعات نے جن میں اٹلی کے سرکاری سکولوں میں یہودی طلباء کے داخلہ کی ممانعت کا اعلان نکلا ہے، اور یہ کہ روم میں ایک مخالف سامی اقوام رسالہ کا اجراء ہُوا ہے۔ اس بات کا امکان پیدا کر دیا ہے کہ شاید وہ ذلّتیں جو قیاصرۂ سابق کے زمانہ سے انیسویں صدی کے نصفِ اوّل تک خدا کی اس منتخب قوم (یہودیوں) پر روا رکھی گئیں پھر تازہ ہو جائیں۔

ڈبلیو۔ ویلڈورف سٹوری جو ایک سنگ تراش تھا اور روم میں مقیم تھا ۱۸۶۲ء میں یہودیوں کے بارہ میں لکھتا ہے کہ "یہودیوں کا سول یا ملٹری ملازمتوں اور وکالت وغیرہ قانونی پیشوں میں داخلہ ممنوع ہے۔ البتہ انہیں طبابت، جرّاحی اور دوا فروشی کی اجازت ہے۔ پبلک سکولوں اور ورزش گاہوں کے دروازے ان کے لئے بند ہیں۔ طب کے مطالعہ کے لئے وہ کارڈنیل ویکر (عیسائیوں کے ایک مذہبی عہدہ دار) سے اجازت لیکر ہی یونیورسٹی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور گریجوایٹوں سے یہ قسم لیجاتی ہے کہ وہ صرف اپنے ہم مذہب مریضوں کا ہی علاج کریں۔ اس پابندی کا ذکر اُس سرٹیفکٹ پر ہوتا ہے، جو انہیں ڈپلومے کی بجائے ملتا ہے۔" یہ پابندی یہودیوں کی تذلیل کیلئے عائد کیگئی تھی۔ کیونکہ بہت سے پوپوں کے ذاتی طبیب بنی اسرائیل میں سے تھے۔

یہود کثیر تعداد میں پہلے پہل روم میں اُسوقت آئے تھے جب انہیں پومپئی اعظم یروشلم میں داخل ہونے کے بعد اپنے ہمراہ واپس لایا تھا۔ اُس نے یہودیوں کے معبد کو نہایت متبرک قرار دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عہد میں اِن قیدیوں اور ان کے پسماندگاں کو کوئی تکلیف نہیں دی جاتی تھی۔ بلکہ ان کے امراء مثلاً ہیرودڈ انٹی پاس۔ انٹی پیٹر۔ شہزادی سلوم اور اگریپا کا نہایت احترام کیا جاتا تھا۔ اور وہ بادشاہ کی دعوتوں پر مدعو کئے جاتے تھے۔

جولیس سیزر۔ آگسٹس اور ٹائبیریس نے کم مرتبہ یہودیوں کے ساتھ رحمدلی کا سلوک کیا۔ لیکن گیلی گولا نے ان پر بہت مظالم ڈھائے۔ اس نے یہ حکم دیا تھا کہ اُس کا مجسمہ یروشلم میں کھڑا کیا جائے، اور اسکے سامنے الٰہی آداب بجا لائے جائیں۔ اس پر بیچارے یہودیوں نے پٹرونیس گورنر

کے پاس پروٹسٹ کیا۔ اور کہا کہ ہمیں مرنا منظور ہے، لیکن ہم یہ مشرکانہ فعل ہرگز نہیں کریں گے۔ گورنر نے کیلی گولا سے درخواست کی کہ وہ اپنا حکم واپس لیلے۔ لیکن شہنشاہ نے اس کے جواب میں ایک پیغامبر کو حکم دیکر بھیجا کہ گورنر کا سر قلم کردیا جائے۔ خوش قسمتی سے طوفان کی وجہ سے جہاز کو راستہ میں دیر ہوگئی، اور شہنشاہ کا پیغام پہنچنے سے پیشتر کیلی گولا چل بسا۔ اور اس طرح پٹرونیس کی جان بچ گئی۔

Digitized by Khilafat Library

بعد کے شہنشاہوں میں سے نیرو سے لیکر ویسپیسین کے زمانہ تک روم کے یہودیوں نے سخت تکالیف اُٹھائیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بہت سے صرف لوگوں کو سامانِ تفریح بہم پہنچانیکی خاطر جنگلی درندوں کے آگے پھینک دیئے گئے۔

یروشلم کے ویسپیسین اور ٹائیٹس کے ہاتھوں مفتوح و برباد ہونے کے بعد یہودی پہلی بار پراگندہ و بے خانماں برباد ہوئے۔ انہیں سے ہزاروں کو جو روم میں بادشاہ کے فاتحانہ داخلہ کی شان بڑھانے کیلئے لائے گئے تھے غلاموں کی طرح Coll oseum اور محراب ٹائیٹس کی تعمیر پر مجبور کیا گیا۔ یہ دو عمارتیں انکو محبوب شہر یروشلم کے زوال اور اسکی بربادی کی یادگار کے طور پر بنائی گئی تھیں۔ قیاصرہ کے اس ظالمانہ تحکم نے یہودیوں کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ روم چھوڑ کر باہر کے جنگل میں شودروں کی طرح زندگی بسر کریں۔ روزی نہ ملنے کی وجہ سے انہوں نے کہانت و معبری اور چوری پر گذارہ شروع کیا۔

قصہ مختصر یہ کہ پہلے قیاصرہ روم کے عہد میں اور بعد ازاں عیسائی شہنشاہوں کے زمانہ میں یہودی بدقسمت فٹ بال کی طرح ـــ کہ کبھی تو زمین پر کچلے جارہے ہیں۔ اور کبھی نسبتاً بلند کئے جارہے ہیں ـــ اٹلی میں رہتے رہے۔ مگر اسکے باوجود وہ تعداد میں بڑھتے چلے گئے اور ساتھ ساتھ امیر بھی ہوتے گئے۔ انہیں سے بہت سے عالم ہوگئے، اور انہوں نے طب میں امتیاز حاصل کرلیا۔ یہاں تک کہ سخت سے سخت متعصب پوپوں نے بھی اس ذلیل نسل میں سے اپنے لئے طبیب مقرر کئے۔ انہیں سے ایک کا پوتا جسے لیونہم نے عیسائی بنالیا تھا، اور جسنے لیونی نام اختیار کیا تھا، گرجا میں بطور پادری داخل ہوا۔ اور آخر کار پوپ اناکلیٹس ثانی کے نام سے مشہور ہوا۔

انوسنٹ چہارم اور مارٹن پنجم نے یہودیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ لیکن یوجینیس چہارم نے پھر انہیں شہر بدر کردیا، اور حکم دیا کہ عدالت میں کسی عیسائی کے مقابلہ پر انکی گواہی تسلیم نہ کی جائے۔

پال دوئم پہلا پوپ تھا جس نے انکی کھُلے طور پر تذلیل کی۔ اور کارنیوال کے عیسائی تہوار پر انکا مذاق اُڑایا۔ اِن کھیلوں میں دو قسم کی دَوڑیں ہوتی تھیں۔ پہلی میں کسی نسل کے بوڑھے، نوجوان اور بچّے اپنی مرضی سے شریک ہو سکتے تھے۔ دوسری دَوڑ گھوڑوں، گدھوں، بھینسوں اور یہودیوں کے درمیان تھی۔ اور یہ لازمی تھی۔ یعنی یہودی اور گدھے ایک ہی فہرست میں شامل تھے۔ رومیوں اور دوسرے مقابلہ والوں نے پہلی دَوڑ فوراً چھوڑ دی۔ لیکن یہودی جن میں بوڑھے بھی شامل تھے، دو صدیوں تک شرفاء و عوام کیلئے سامانِ تفریح بنے رہے۔ انہیں مجبوراً جانور کی لگام کی رسّی گلے میں ڈال کر اور صرف ایک لنگوٹ باندھ کر دَوڑنا پڑتا تھا۔ شرفاء کی عورتیں اور لال جُبّوں والے پادری اس ذلیل منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ اور خود پوپ بھی اپنے مزیّن بالاخانہ سے نیچے انہیں اس حالت میں دیکھ کر بہت ہنستا تھا، حتّٰی کہ اس کے پیٹ میں بَل پڑ جاتے تھے۔ یہ سالانہ مذلّت جو ۱۴۶۸ء میں شروع ہوئی، کلیمنٹ نہم نے ۱۸۶۸ء میں اس شرط پر بند کر دی کہ یہودی تین سو سکوڈی (رومی سکہ) سالانہ ادا کریں۔

اس سے بیشتر جب پال چہارم (کرافا) میں پوپ ہُوا تھا، تو اُس نے یہودیوں کے تمام حقوق چھین لئے۔ انہیں عیسائیوں سے تجارت کی ممانعت کر دی گئی، ان کے طبیبوں کو عیسائیوں کے علاج سے روک دیا گیا۔ اور انہیں بالکل الگ کرنے کے لئے اس بات پر مجبور کیا گیا کہ امتیازی نشان کے طور پر یہودی مرد پیلی ٹوپیاں اور یہودی عورتیں پیلے بُرقعے پہنیں۔ کرافا نے مزید یہ کیا کہ شہر کے ایک حصّہ کو دیوار سے محصور کر دیا۔ یہودی ہر رات اس میں دھکیل دیئے جاتے، اور پھاٹک بند کر دیا جاتا۔ اس کا نام گھیٹو تھا۔

لیکن یہ مصیبت کچھ عرصہ کے لئے ٹل گئی جب سیکسٹس پنجم نے ایک نہایت ہی ہمدردانہ اور حقیقی طور پر مسیحیانہ حکم صادر کیا۔ اس حکم کی رُو سے گھیٹو کے پھاٹک کھول دیئے گئے، یہودیوں کو جہاں وہ چاہیں رہنے کی اجازت دیدی گئی، اور انہیں شراب، غلّہ اور گوشت کی فروخت کے علاوہ دیگر تمام تجارتوں میں حصّہ لینے کی اجازت دیدی گئی۔ ابھی دس سال بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ کلیمنٹ ہشتم نے اپنے ظلم کا یہ مظاہرہ کیا کہ انہیں پھر گھیٹو میں بند کر دیا۔ بعد ازاں کلیمنٹ یازدہم اور انوسنٹ سیزدہم نے ان بدنصیبوں کو سوائے پرانے کپڑے اور پرانے لوہے کے کاروبار کے باقی سب میں شریک ہونے کی ممانعت کر دی۔ . . . .

۱۷۴۰ء میں بینیڈکٹ چہاردہم کے عہد میں انہیں نئے کپڑے کی تجارت کی اجازت ملی۔

ان مظلوموں کی سب سے طویل عرصہ ذلت یہ تھی کہ انہیں ڈیڑھ سو کی تعداد میں (اور بعد میں یہ تعداد تین سو کر دی گئی) ہر اتوار کو لازمی طور پر پس شیریا (مچھلی بازار) میں سینٹ انجلو کے گرجا میں حاضر ہونا پڑتا تھا جہاں وہ اپنے مذہب کی تردید میں وعظ سُنتے۔ اس بات کا یقین کرنے کے لئے کہ سب حاضرین توجہ سے سُن رہے ہیں۔ پوپ کی پولیس کو اختیار تھا کہ اگر وہ کسی کو اونگھتا ہُوا یا غیر متوجہ پائیں تو اُسے ہنٹر لگائیں۔ اس تبلیغی وعظ کے شروع کرنے کا خیال پہلے ایک شخص اینڈرسن (جو یہودی سے عیسائی ہو گیا تھا) کو آیا۔ اور پوپ گریگوری نے اسے عملی جامہ پہنانے میں ذرا تامل نہ کیا۔ یہ ہفتہ واری ظلم انیسویں صدی یعنی پورے ۲۷۴ سال تک جاری رہا۔ اور صرف ۱۸۴۶ء میں پوپ پئیس چہارم نے اس سے انہیں نجات دی۔

اس وعظ کی بجائے ایک یہودی نے جو عیسائی ہو گیا تھا ایک اور مقابلتاً نرم طریقۂ وعظ و ملامت سوچا اور وہ یہ کہ اس نے ایک چھوٹا سا گرجا بنایا۔ جو معبد کے سامنے اور فیبرسیس کے پُرانے پُل کے بالمقابل ہے۔ گرجے کے سامنے کی طرف اس نے صلیبِ مسیح کا منظر کھینچا۔ اور اس کے نیچے پوپ کی اجازت سے "ابدی ملامت" کی ایک تختی اس طریق سے لگائی کہ تمام اُن یہودیوں کی جو ٹریس ٹوری کے پرانے پُل کی طرف سے معبد کی طرف عبادت کرنے کے لئے آ رہے ہوں، اور جو گھیٹو خاص میں ہوں اس پر لازماً نظر پڑے۔ تختی کا کتبہ عبرانی اور لاطینی دونوں زبانوں میں صحیح طور پر کندہ کیا گیا۔ تا کہ وہ اسے اچھی طرح سمجھ جائیں۔ اس پر یسعیاہ باب ۱۴ کی دوسری آیت کے یہ الفاظ تھے۔ کہ "تمام دن مَیں نے اپنے ہاتھ ایک سرکش گروہ کی طرف پھیلائے۔ جو ایسے طریق پر چلتا ہے جو اس کے خیال کے مطابق بھی اچھا نہیں ہے"۔ روم کی کتبِ رہنمائی میں اس بے نظیر "تختی ملامت" کا ذکر نہیں ہے۔ اور روم کی بہت کم تاریخوں میں اس کا بیان ملتا ہے۔ آگسٹس روم بھی جو اپنی کتاب "روم کی سیر" کی دو جلدوں میں بہت سی تاریخی معلومات دیتا ہے، اس چھوٹے سے گرجا کا ضروری نام چھوڑ گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library

شاید عام لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے۔ کہ گھیٹو کی دیواریں انیسویں صدی تک بدستور صحیح و سالم رہیں۔ اور صرف پئیس نہم کے حکم سے گرائی گئیں۔ یہ وہی پوپ ہے۔ جس نے سینٹ انجلو کے چرچ میں یہودیوں کی لازمی اور جبری حاضری کے قانون کو توڑا تھا۔ (سنڈے سٹیٹسمین)

وصیتیں

نمبر ۵۱۸۲ منکہ جان بی بی بیوہ شیخ کریم بخش قوم قریشی پیشہ تجارت عمر ساٹھ سال تاریخ بیعت قریبًا تیس سال ساکن امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۷/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

میرے پاس پچاس روپے بصورت زیور و نقد موجود ہیں۔ اور دو روپے ماہوار میری آمدنی ہے میری اور کوئی جائداد نہیں۔ میں پچاس روپے کے زیور اور نقد کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت کرتی ہوں اس کے علاوہ میری وفات کے بعد اگر میری کوئی اور جائیداد بھی ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی بھی مَیں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیّت کرتی ہوں۔ اگر کوئی رقم حصّہ جائیداد کی باخذ رسید داخل خزانہ کردں تو اسے منہا سمجھا جائیگا۔ الامتہ۔ نشان انگوٹھا جان بی بی۔ گواہ شد۔ ملک صلاح الدین پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ گواہ شد۔ (مفتی) محمد صادق۔

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵۱۴۴ منکہ امام بی بی زوجہ چودھری لعل خاں صاحب گوجر گجراتی قوم گوجر عمر ۴۸ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۳ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۸/۶/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت صرف حق مہر تعدادی پانسو روپیہ ہے۔ جو تاحال شوہرم کے ذمہ واجب الادا ہے جس میں سے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ علاوہ ازیں جائیداد غیر منقولہ سکنی واقعہ آبادی کھاریاں ضلع گجرات متروکہ والدم مرحوم میں میرا شرعی حصّہ ۱/۳ ہے۔ مگر چونکہ والدم مرحوم کی اولاد سے بعض پیغامی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ڈاکٹر فضل دین صاحب و احمد الدین صاحب ہر دو برادران احمدی ہیں۔ مگر بعض خانگی اختلافات کی وجہ سے میرا حصّہ نہیں ملا۔ اگر مذکورہ بالا جائیداد کی تقسیم سے جائیداد کی صورت میں یا کسی اور طرح سے مجھے حصّہ مل گیا۔ تو وہ بھی وصیّت میں شامل ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر میری وفات کے وقت کوئی اور جائیداد میری ثابت ہوئی۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ نیز اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کرکے رسید حاصل کرلوں تو وہ رقم زر وصیّت سے منہا ہو کر باقی ادا کردیجائیگی۔ الامتہ۔ امام بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ لعل خاں خاوند موصیہ بقلم خود۔ گواہ شد محمد الدین وارڈ ۵۔ خانہ ۳۵ موصی ۱۵۸ ؎

نمبر ۵۰۶۶ منکہ حاجی محمد ولد شیخ غلام فرید قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۶ء ساکن قصور

ضلع لاہور حال اوکاڑہ ضلع منٹگمری بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵/۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد غیر منقولہ کوئی نہیں۔ میرا گذارہ تجارت پر ہے۔ جس کی ماہوار اوسط آمد [illegible] روپے ہے۔ میں اپنی آمد کا دسواں حصہ ماہوار بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ جیسے جیسے آمدنی زیادہ ہوگی۔ اسی حساب سے اس کا دسواں حصہ ادا کرتا رہونگا۔ العبد۔ حاجی محمد بقلم خود معرفت شیخ محمد صدیق اوکاڑہ منڈی۔ گواہ شد۔ سید عبدالرشید احمد ریلوے ملازم گواہ شد۔ غلام قادر احمدی نمبردار اوکاڑہ۔

نمبر ۵۱۱۰ منکہ محمد شفیع ولد چوہدری رحمت اللہ قوم ارائیں پیشہ ملازمت عمر ۱۸½ سال تاریخ بیعت ۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء ساکن برنالہ چک ۱۰۳ ڈاکخانہ برج چک ۱۰۲ ضلع لائلپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۰/۶/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں (لائلپور مقام برنالہ چک ۱۰۳ میں میرے والد صاحب رہتے ہیں جو غیر احمدی ہیں۔ میرے خاندان سے اور کوئی احمدی نہیں) اس وقت میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے۔ جو بصورت ملازمت احمد آباد اسٹیٹ سندھ مبلغ [illegible] روپے ماہوار ہیں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ اور اگر میری وفات کے وقت کوئی میری جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ العبد۔ محمد شفیع حال احمد آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ نبی سر روڈ جے پور سندھ۔ گواہ شد۔ محمد نذیر قریشی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ گواہ شد غلام سرور منشی احمد آباد اسٹیٹ

نمبر ۵۱۵۶ منکہ عزیزہ بیگم زوجہ شیخ عباد اللہ خاں صاحب پلیڈر قوم ککے زئی عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۹ء ساکن دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۵/۷/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی (۱) حق مہر بذمہ خاوند دو ہزار روپیہ جس میں سے دو تہائی ہیں خاوند کو معاف کر چکی ہوں۔ باقی رقم بذمہ خاوند ۶۶۶/۵/۴ جو رقم میں نے حق مہر سے وصول کی ۱۶۶/۵/۶ باقی رقم بذمہ خاوند ۵۰۰/-/- (۲) کانٹے طلائی وزنی سوا تولہ قیمتی ۴۵/-/- کل میزان ۵۴۵/-/- ۔ الامۃ۔ نشان انگوٹھا عزیزہ بیگم۔ گواہ شد عباد اللہ خاں وکیل خاوند موصیہ۔ گواہ شد۔ ایم مظفر احمد ابن صوبیدار ظفر حسن صاحب موصی۔

نمبر ۵۱۸۱ منکہ سردار بی بی زوجہ چودھری محمد الدین قوم کانویں عمر ۳۵ سال پیدائشی احمدی ساکن چک ۳۷ جنوبی ڈاکخانہ لالیاں ضلع شاہپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰/۷/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو اس کے چھبیویں حصہ (۱/۲۶) کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بحد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر تین صدر روپیہ بذمہ شوہر زیور نقرئی قیمت چالیس روپیہ۔ الامتہ سردار بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ محمد الدین خاوند موصیہ گواہ شد۔ جلال الدین چک ۳۴۰۔ گواہ شد۔ حکیم فیروز الدین انسپکٹر بیت المال

نمبر ۱۴۳۱۰ محمد الدین ولد عمر دین قوم ارائیں پیشہ ڈرائیور عمر ۳۴ سال بیعت قریباً ۱۹۲۲ء ساکن شیخ عماد نو تحصیل قصور ضلع لاہور حال احمد آباد سٹیٹ نبی سر روڈ ضلع تھرپارکر سندھ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۶/۳۸ ، ۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے ۲ ۱/۲ ایکڑ اراضی چاہی واقعہ شیخ عماد نو تحصیل قصور ضلع لاہور۔ جس کی کل قیمت مبلغ پانچصد روپیہ ہے لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت مبلغ بیس روپیہ ماہوار ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کردوں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کردیا جائیگا۔ العبد۔ محمد الدین بقلم خود۔ گواہ شد۔ محمد سرور خاں مدرس مقام احمد آباد سٹیٹ ڈاکخانہ نبی سر روڈ ضلع تھرپارکر سندھ۔ گواہ شد۔ خاکسار محمد شفیع کلرک احمد آباد سٹیٹ موصی نمبر ۶۰۱۰ ؎

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵۰۳۸ مسماۃ انور بیگم زوجہ منشی خیر الدین قوم ارائیں عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن مالیر کوٹلہ ریاست بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲/۳/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے حق مہر شرعی بیس جو میرے خاوند کے ذمہ ہے زیورات مالیتی یکصد کل ما عہ/۶۔ میں اپنی اس جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ضلع گورداسپور کرتی ہوں۔ اور یہ بھی وصیت کرتی ہوں۔ کہ میرے مرنیکے بعد جس قدر جائیداد ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور جو رقم حصہ وصیت میں سے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں وہ مجرا سمجھی جائیگی۔ الامتہ۔ انور بیگم نشان انگوٹھا۔ گواہ شد خیر دین خاوند موصیہ۔ گواہ شد محمد اسمٰعیل احمدی سنوری پلیڈر مالشہ۔ گواہ شد۔ چوہدری مختار احمد احمدی سنوری ؎

نمبر ۵۱۸۴ منکہ محمد اسحاق ولد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب قوم ورک پیشہ تجارت عمر ۳۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد کوئی نہیں۔ میری ماہوار آمد اس وقت تقریبًا -/۱۶ ہے۔ میں اپنی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں نیز میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ محمد اسحاق سیالکوٹی مالک سیالکوٹ ہوس قادیان۔ گواہ شد محمد اسمٰعیل والد موصی۔ گواہ شد۔ مرزا عبد الرؤف دار الفضل میڈیکل ہال قادیان۔

نمبر ۵۱۱۱ منکہ محمد ایوب ولد محمد ثناء اللہ قوم قریشی پیشہ بندوق سازی گورنمنٹ ملازم عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن صدر بازار چھاؤنی فیروزپور حال ملازم آرسنل کوئٹہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد تخمینًا پچیس روپیہ ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ محمد ایوب بقلم خود ملازم ورکشاپ آرسنل کوئٹہ۔ گواہ شد غلام محمد قریشی برادر موصی شالدرہ کانسی روڈ کوئٹہ۔ گواہ شد۔ نواب دین کلرک آرسنل کوئٹہ ؛

نمبر ۵۱۴۲ منکہ حمیدالنساء خانم زوجہ عبدالمجید صاحب بی۔اے مولوی فاضل قوم پٹھان عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن دھلی بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸-۵-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میں اپنی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ جو میری وفات کے وقت موجود ہو۔ اس کے آٹھویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری غیر منقولہ جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اور نہ ہی ماہوار آمد ہے اسوقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ (۱) مہر مبلغ تین ہزار پچیس روپے جو میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہیں (۲) میرے پاس حسب ذیل زیورات ہیں: نکلس طلائی ایک عدد بند طلائی دو عدد پونچی دو عدد طلائی۔ گلوبند طلائی ایک عدد۔ چوڑیاں طلائی چار عدد جھمکے طلائی دو عدد۔ جوشن طلائی دو عدد بندے طلائی دو عدد انگوٹھی طلائی دس عدد۔ کلپ طلائی تین عدد۔ نتھ طلائی ایک عدد۔ توڑا نقرئی دو عدد۔ چوڑیاں نقرئی چودہ عدد ان زیورات کی قیمت مبلغ سات سو روپیہ ہے۔ میں اگر کوئی رقم اپنی وصیت کی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے اس کی رسید حاصل کرلوں تو وصیت کے حصہ سے اس قدر رقم منہا سمجھی جائیگی

اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی آٹھویں حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ الامتہ جمید النساء خانم بقلم خود۔ گواہ شد محمد شریف چغتائی دفتر ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف نئی دھلی۔ گواہ شد عبد المجید احمدی ۲۵/۷ لیک سکوئر نئی دہلی خاوند موصیہ

نمبر ۵۱۸۵ منکہ محمد اسمٰعیل ولد محمد ابراہیم صاحب مرحوم قوم شیخ پیشہ وکالت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن یادگیر ضلع گلبرگہ شریف صوبہ حیدر آباد دکن بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶/۱۳/۴۸ مطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد غیر منقولہ و منقولہ نہیں ہے سوائے وکالت کی کتابوں کے جن کی قیمت مبلغ چار سو روپیہ سکہ عثمانیہ ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی میں وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اس وقت میری آمدنی مبلغ ۵۰ سکہ عثمانیہ ماہوار ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی میں وصیت کرتا ہوں۔ اور جوں جوں آمدنی و جائداد میں اضافہ ہوگا اسی قدر بشرح مذکور وصیت میں رقم ادا کرونگا۔ اگر میں کوئی رقم وغیرہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں اپنی زندگی میں بمد ھذا جمع کراؤں تو وہ میری رقم وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔
العبد۔ محمد اسمٰعیل مولوی فاضل وکیل یادگیر جی آئی پی۔ گواہ شد محمد معین الدین سالار جنگ بلڈنگ حیدر آباد گواہ شد۔ محمد نعمان عثمان گنج حیدر آباد دکن

نمبر ۵۰۸۰ منکہ ملک فضل احمد ولد ملک صاحبدین قوم اوان پیشہ ملازمت عمر ۳۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قلعہ روہتاس ضلع جہلم بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۷/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں (۱) ایک مکان سکونتی بعمارت خام جس میں من مظہر اپنے برادر خورد ملک فضل دین صاحب احمدی کے ہمراہ بحصہ برابر مالک و قابض ہے یہ مکان خاص قلعہ رہتاس واقعہ ہے جس کی قیمت اندازاً بشرح قیمت بازاری یکصد روپیہ کے ہے۔ علاوہ اسکے من مظہر کی کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے (۲) من مظہر فی الحال ملازم بہ محکمہ جیل خانجات پنجاب ہوں۔ مشاہرہ ماہوار من مظہر کی مبلغ بیس روپے ہے من مظہر اقرار کرتا ہوں کہ میرے حصہ مکان مذکور کی قیمت مبلغ پچاس روپے پر دسواں حصہ کی وصیت کرتا ہوں اور نیز اقرار کرتا ہوں کہ اپنی ماہوار آمدنی میں سے بھی جو کچھ کہ وہ ہوا کریگی ۱/۱۰ حصہ ماہوار وصیت کا دیا کرونگا۔ اور نیز اقرار کرتا ہوں کہ میرے مرنے کے وقت جو جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ہر قسم جو کہ میری پیدا کردہ یا ورثہ وغیرہ دیگر جائز رستہ سے حاصل شدہ ثابت ہو۔ اس میں سے بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان

۱/۱۰ حصہ کی حقدار ہوگی لہذا مذکورہ بالا تحریر سنداً لکھدیتا ہوں۔ العبد۔ ملک فضل احمد سیلیکشن گریڈ ڈسٹرکٹ جیل ڈیرہ غازیخاں بقلم خود۔ گواہ شد محمد عثمان مدرس گورنمنٹ ہائی سکول ڈیرہ غازیخاں بقلم خود۔ گواہ شد۔ ملک عزیز محمد پلیڈر پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بقلم خود۔

نمبر ۵۱۷۷ منکہ سیّد عباس احمد ولد حافظ سیّد محمد عبدالمجید صاحب مرحوم قوم سیّد عمر اٹھارہ سال پیدائشی احمدی ساکن منصوری ضلع ڈیرہ دُون بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳ ۸/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میرا ماہوار جیب خرچ مبلغ عـ۱۰ روپے ہے۔ جو مجھے اپنی والدہ مکرمہ کی طرف سے ملتا ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا میرے مرنیکے وقت جس قدر جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد سید عباس احمد کمرشیل ہوس کوہ منصوری۔ گواہ شد۔ احتیاج علی زبیری شاہجہانپوری حال وارد منصوری۔ گواہ شد۔ سید زین العابدین برادر موصی منصوری۔

نمبر ۵۱۴۵ منکہ بشیر احمد ولد چوہدری غلام احمد صاحب مرحوم قوم جٹ پیشہ سب جج عمر تقریباً ۳۸/۳۹ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن چھوڑ ڈاکخانہ خاص تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹ر مئی ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ کہ بوقت وفات جس قدر جائیداد میری ثابت ہو اسکے گیارہ فیصدی حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم وصیّت کے حساب میں جمع کراسکوں تو وہ رقم میرے حصہ وصیّت کردہ کی قیمت سے منہا کردیجائیگی۔ اس وقت میرا گذارہ آمد ملازمت پر ہے جو فی الحال ۴۸۰ روپیہ ماہوار ہے۔ میں انشاء اللہ اپنی آمد میں سے بھی ہمیشہ گیارہ فیصدی حصہ ادا کرتا رہونگا نیز میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ بعد ادائیگی حصہ وصیّت کردہ بالا بقایا جائیداد میری متروکہ کی تقسیم بموجب شرع محمدی کی جائے۔ میں رواج کا پابند نہیں رہنا چاہتا۔ العبد۔ خاکسار بشیر احمد سب جج وایڈیشنل جج مطالبہ خفیفہ دہلی مورخہ ۲۹ر مئی ۱۹۳۸ء گواہ شد شیخ محمد یعقوب ٹیچر ایم۔ بی سکول کوچہ چیلاں دہلی۔ گواہ شد شیخ غلام حسین احمدی سیکرٹری وصایا انجمن احمدیہ دہلی۔

Digitized by Khilafat Library

نمبر ۵۱۵۱ ۔ منکہ شیخ بشیر احمد ولد شیخ عزیز الدین قوم شیخ قانونگو پیشہ ملازمت عمر ۳۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن بٹالہ ڈاکخانہ خاص تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر و

اکراہ آج بتاریخ ۶-۸-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے (۲) اس وقت میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو کہ مبلغ چالیس روپیہ ماہوار ہے میں اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ (۳) میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم حصہ وصیت کردہ میں سے ادا کردوں تو وہ رقم اس حصہ وصیت کردہ میں سے منہا سمجھی جائے گی۔ فقط العبد۔ شیخ بشیر احمد بقلم خود مستری الیکٹرک سپلائی اینڈ ٹریکشن کمپنی کارشیڈ دھلی ۶-۸-۳۸۔ گواہ شد۔ شیخ محمد یعقوب احمدی ٹیچر ایم۔ بی سکول کوچہ چیلاں دہلی ۶-۸-۳۸۔ گواہ شد۔ محمد احمد احمدی کوارٹر نمبر ۴۰۶ میر درد روڈ نئی دھلی ؛

نمبر ۵۰۵۹۔ منکہ ملک حمید علی ولد شیخ محمد شفیع صاحب قوم ککے زئی پیشہ ملازمت عمر اندازاً ۴۱ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیاں ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴ مئی ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے کیونکہ مکرم جناب والد صاحب بفضل ایزدی زندہ ہیں اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ۵۰ ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا میرے مرنیکے وقت میری جس قدر جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط العبد۔ حمید علی کارکن دفتر بیت المال۔ گواہ شد نور محمد کارکن نظارت بیت المال قادیان بقلم خود۔ گواہ شد۔ خاکسار نور خاں کلرک دفتر بیت المال قادیان ۵-۸-۳۸۔ گواہ شد۔ خاکسار چوہدری فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان ؛

نمبر ۵۱۴۸۔ منکہ مسماۃ امۃ الحی زوجہ شیخ محمد یعقوب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر تیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن وڈالہ بانگر ڈاکخانہ خاص تحصیل و ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶-۸-۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) اس وقت میری جائیداد حق مہر مبلغ ۶۰۰/- روپیہ ہے جو میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ میں اس کے ۱/۶ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں (۲) میرے مرنے کے بعد جو میری جائیداد ثابت ہو اس کے بھی چھٹے حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز اگر میں حصہ وصیت کردہ میں سے کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ

Digitized by Khilafat Library

قادیان کرادوں تو وہ رقم اس حصہ وصیت کردہ کی قیمت سے منہا سمجھی جائیگی۔ فقط

گواہ شد	العبد	گواہ شد
شیخ محمد یعقوب بقلم خود خاوند موصیہ ٹیچر	امۃ الحی بقلم خود اہلیہ شیخ محمد یعقوب ٹیچر	بقلم خود شیخ بشیر احمد الیکٹرک سپلائی
ایم۔ بی سکول کوچہ چیلاں۔ دہلی	ایم۔ بی سکول کوچہ چیلاں۔ دہلی	اینڈ ٹریکشن کمپنی۔ دہلی

۵۰۹۲ منکہ جنت بی بی زوجہ چوہدری رحمت خاں صاحب قوم کھاری عمر تیس سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن حال ایکو ٹرڈاکخانہ ایکوٹر کینیا کالونی برٹش ایسٹ افریقہ بقائمی ہوش حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ اپریل ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے (۱) حق مہر بذمہ خاوند دوسو روپیہ (۲) زیورات طلائی وزنی ۱۰½ تولہ (۳) زیورات نقرئی وزنی ۱۲ تولہ (۴) مشین سنگر قیمتی ۱۶۵ شلنگ۔ میں اس تمام جائیداد کے ⅒ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام کرتی ہوں۔ اور اگر حصہ وصیت کے طور پر میں کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں تو حصہ وصیت کردہ سے وہ رقم منہا کردی جائیگی۔ نیز میں یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ اگر بوقت وفات کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی فقط

گواہ شد رحمت خاں احمدی بقلم خود خاوند موصیہ۔ العبد جنت بی بی۔ گواہ شد شیخ مبارک احمد احمدی عفا اللہ عنہ مبلغ سلسلہ احمدیہ

قادیان کا قدیمی مشہور عالم بے نظیر تحفہ

سرمہ نور رجسٹرڈ

دنیا میں اسی سرمہ نور سرموں کے سرتاج کی دھوم مچ رہی ہے

ڈاکٹر، اطباء، رؤساء، امراء کو گرویدہ اور گاہکوں کو مجسم اشتہار بنا رہا ہے۔ جملہ امراض چشم میں بیحد مفید اور بے ضرر ثابت ہوچکا ہے۔ تاثیر اور فوائد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بے نظیر ہے۔

قیمت فی تولہ دو روپیہ۔ چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیح قادیان پنجاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سنہ ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا:-

Digitized by Khilafat Library

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت اور تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرون ہند تین روپے، اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے۔

طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:-

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں مولوی عبدالرحمن صاحب انور پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر دفتر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان سے شائع کیا)